قطر الندا اردو ترجمہ پہلے دو صفحات کا ترجمہ شامل نہیں کیا گیا۔

ہی ہوتا ہے۔ فارسی نے کہا کہ اکثر اسی طرح ہوتا ہے اور کبھی کبھی محض جواب
کے لیے آتا ہے۔ اس دلیل کے ساتھ جیسے کہا جاتا ہے اُحِبُّكَ تو آپ کہتے ہیں
اِذَنْ اَظُنُّكَ صَادِقًا کیونکہ یہاں یہ جواب کے معنی میں ایسی ہے جزء کے نہ ہونے کی وجہ سے

شرائط

اذن تین شرائط کے ساتھ ناصبہ ہوتا ہے:

1 پہلی یہ کہ یہ صدرِ کلام میں واقع ہو اگر آپ کہیں زیدٌ اِذَنْ تو آپ اُکْرِمُہٗ
رفع کے ساتھ کہیں گے۔

2 دوسری یہ کہ اس کے بعد فعل مستقبل ہو اگر کوئی شخص آپ سے کوئی بات کہے
تو آپ کہیں گے اِذَنْ تَصْدُقُ آپ رفع دیں گے کیونکہ اس سے مراد حال ہے

3 تیسری یہ کہ ان دونوں کے درمیان قسم کے علاوہ کوئی اور فاصل نہ ہو جیسے اِذَنْ
اُکْرِمُکَ اور اِذَنْ واللہ اُکْرِمُکَ۔ شاعر نے کہا

(1) اللہ کی قسم تب ہم ایسی جنگ چھیڑیں گے
جو بڑھاپے سے پہلے بچوں کو بوڑھا کر دے گی

محلِ استشہاد: محلِ استشہاد یہ ہے کہ اذن اور فعل مستقبل کے درمیان کوئی فاصل آ جائے
تو اذن فعل کو نصب نہیں دے گا سوائے اس کے جب دونوں کے درمیان قسم فاصل ہو

اور اگر آپ کہیں اِذَنْ یا زیدُ تو آپ اکرمُکَ رفع کے ساتھ
کہیں گے۔ اسی طرح جب آپ کہیں اِذَنْ فی الدَّار اکرمُکَ، اِذَنْ
یوم الجمعۃ اکرمُکَ یہ سب کے سب رفع کے ساتھ ہوں گے۔

16-08-2016. 3:00 Pm

اَنْ

چوتھا نصب دینے والا حرف اَنْ ہے اور یہ اُمّ الباب ہے۔ اور یہ نصب
دینے میں اصل ہے۔ لہٰذا یہ ظاہراً عمل بھی کرتا ہے مضمراً بھی بخلاف دیگر

نواصب کہ وہ صرف ظاہراً عمل کرتے ہیں۔ اَن مظہراً عمل کرنے کی

مثال اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے "والذي أطمع أن يغفر لي خطيئتي"

"يريد الله أن يخفف عنكم"

اور اَن کو مصدریہ کو مقید کیا گیا

ہے اَن مفسرہ اور اَن زائدہ سے احتراز کرتے ہوئے کیونکہ

یہ دونوں مضارع کو نصب نہیں دیتے۔

اَن مفسرہ:

اَن مفسرہ وہ ہے جس سے پہلے ایسا جملہ ہو جس میں

قول کے معنی پائے جائیں نہ کہ اس کے حروف جیسے كتبتُ إليه

أن يفعل كذا۔ یہ اس وقت ہے جب آپ اَن سے ای کا

معنی مراد لیں۔

اَن زائدہ:

وہ ہے جو قسم اور لو کے درمیان واقع ہو جیسے

"أقسم بالله أن لو يأتيني زيد لأكرمته"

اور اَن مصدریہ نے پہلے

یہ شرط لگائی کہ اس سے پہلے مطلقاً کوئی افعال یقین نہ ہوں اور نہ

ہی افعال ظن ہوں دو وجہوں میں سے کسی ایک وجہ میں

مخففہ من ثقیلہ سے احتراز کرتے ہوئے۔

اَن مصدریہ کے حالات اسکے ماقبل کے اعتبار سے

حاصل کلام یہ ہے کہ اَن مصدریہ کی اسکے ماقبل کے اعتبار سے تین

حالتیں ہیں

پہلی: یہ کہ اس سے پہلے ایسا فعل آجائے جو افعال یقین پر دلالت کرے تو اس

اس صورت

صورت میں یہ مخفف من مثقل کا ہو گا نہ کہ اور۔ اس صورت

میں اُن کے بعد دو امور واجب نہیں پہلا یہ کہ

فعل کو رفع دیا جائے

گا۔ دوسرا یہ کہ اس کے درمیان چار حروف میں سے کسی حروف کا

فاصلہ آجائے گا اور وہ چار حروف یہ ہیں، حرف تنفیس، حرف نفی،

قد اور لو پہلے کی مثال جیسے عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ۔ دوسرے کی مثال جیسے

أَفَلَا يَرَوْنَ أَنْ لَا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا۔ تیسرے کی مثال جیسے علمت

أَنْ قَدْ يَقُومُ زَيْدٌ چوتھے کی مثال جیسے أَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا

یہ اس وجہ سے ہے کیونکہ اس سے پہلے أَفَلَمْ يَيْأَسِ الَّذِينَ آمَنُوا کا جملہ ہے

اور اس کا معنی مفسرین کے قول کے مطابق افلم یعلم ہے اور یہ قبیلہ

نخع اور ہوازن کی لغت ہے سُحَیْم نے کہا

② میں انھیں گھاٹی میں پکار رہا جب وہ مجھے قید کر رہے تھے

کیا تم نہیں جانتے میں زھدم گھڑ سوار کا بیٹا ہوں

محل استشہاد۔ الم تیاسوا میں محل استشہاد ہے الم تیاسوا الم تعلموا کے معنی میں ہے

اس شعر میں الم تیاسوا الم تعلموا کے معنی میں ہے

اور اس کی تائید ابن عباس کی قرأت (افلم یتبین) کرتی ہے اور فرا

نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ ییأس یعلم کے معنی میں ہو اور ایاس کا

یہ قول ضعیف ہے

دوسری:

یہ کہ اس سے پہلے افعال ظن ہوں تو یہ جائز ہے کہ یہ

أن مخففہ من مثقلہ ہو اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے مابعد کو رفع

دینا بھی جائز ہے اور دوسرا یہ کہ اسکے اور فعل کے درمیان (حروف نفی
حروف نفی، قد اور لو) چار حروف میں سے کسی حرف کا فاصلہ آجائے
اور یہ بھی جائز ہے کہ اَن ناصبہ ہو اور قیاس میں اسی کو ترجیح دی
جاتی ہے۔ اور عربوں کے کلام میں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے (اَن ناصبہ ہی ہوتا ہے)
اسی وجہ سے انہوں نے اس کے نصب دینے پر اجماع کیا ہے اللہ تعالیٰ کے
اس قول میں "الم ۞ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُتْرَكُوا" اور اللہ تعالیٰ کے
اس ارشاد میں انہوں نے اختلاف کیا ہے وَحَسِبُوا اَنْ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ
اَن کو نصب دینے میں اختلاف کیا ہے۔ پس اس کو دونوں طرح پڑھا
گیا ہے

تیسری :۔

یہ کہ اس سے پہلے نہ افعال یقین ہوں اور نہ افعال ظن
ہوں تو پھر اس کا ناصبہ ہونا متعین ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد
وَالَّذِي اَطْمَعُ اَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي

17-08-2016 . 9:Pm

جہاں تک اسکے مضمر کرنے کا تعلق ہے تو اسکی دو قسمیں ہیں
پہلا اسکا مضمر کرنا یا تو جائز ہوگا یا واجب
اَن کو جائز مضمر کرنے کی جگہیں
اَن کو مضمر کرنا درج ذیل مسائل میں جائز ہے۔

پہلا یہ کہ اَن
ایسے حرف عطف کے بعد واقع ہو جس سے پہلے ایسا اسم ہو جو فعل
کی تقدیر سے خالی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پاک ہے کہ
"وما كان لبشر اَن يكلمه الله اِلَّا وحيا اَو من وراءِ حجاب او يرسل
رسولا" ان قراء کی قراءت میں جنھوں نے یُرسِل کو

نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور اَن کے اضمار کے ساتھ ہے۔ اور تقدیر اَوْ

اَنْ یُرْسِلَ ہے۔ اَن اور فعل دونوں کا وحیاً پر عطف ہے۔ یعنی وَحْیاً

او ارسالاً۔ اور وحیاً فعل کی تقدیر میں نہیں ہے اور اگر آپ اَن کو کلام میں

ظاہر کریں تو یہ بھی جائز ہے۔ جیسے کہ شاعر کا قول ہے

(3) عباء کا پہننا اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک

مجھے باریک کپڑوں کو پہننے کی نسبت زیادہ عزیز ہے

اور اسکی تقدیر و لُبْسُ عباءۃ و اَنْ تَقَرَّ عینی۔

دوسرا یہ کہ اَن

لام جر کے بعد واقع ہو جائے یہ تعلیل کے لیے ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ

فَتْحًا مُّبِيْنًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ" یا عاقبت کے لیے ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

"فَالْتَقَطَهٗ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا" اور اس آخری آیت میں

لام تعلیل کے لیے نہیں ہے۔ کیونکہ انہوں نے موسی علیہ السلام کو اس لیے

نہیں اٹھایا تھا کہ وہ ان کے دشمن بنیں۔ بلکہ انہوں نے انہیں اس لیے

اٹھایا تھا کہ وہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں۔ لیکن اسکا انجام یہ ہوا

کہ وہ ان کے دشمن بن گئے۔ یا یہ کہ اَن لام زائدہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا

ارشاد پاک ہے کہ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ

پس فعل ان تمام جگہوں میں اَن مضمرہ کے ساتھ منصوب ہے

اور اگر آپ اَن کو کلام میں ظاہر کریں تو یہ بھی جائز ہے اور اس طرح

کی جارہ کے بعد بھی جائز ہے۔

لام کے بعد اَنْ مضمرہ اور اُس کے احکام:۔

لام کے بعد اَنْ مضمرہ اور اس کے احکام

اگر وہ فعل جس پر لام داخل ہے حرف لا کے ساتھ ملا ہوا ہو تو لام کے بعد اُن کا ظاہر کرنا واجب ہے چاہے لا نافیہ ہو

جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پاک لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ

یا زائدہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ

یعنی یہ لِيَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ ہے۔ اور اگر لام سے پہلے کان فعل ماضی منفی ہو تو اُن کو مضمر کرنا واجب ہے چاہے ماضی لفظوں

میں ہو یا معنوں میں جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پاک وَمَا كَانَ اللّٰهُ

لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ" یا فقط معناً ماضی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا

یہ ارشاد پاک لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ. اس لام کو لام جحود کہتے ہیں

مختصر یہ کہ

اُن کی لام کے بعد تین حالتیں ہیں اُن کو وجوباً مضمر کرنا اور یہ لام جحود کے بعد ہوتا ہے۔ اُن کو وجوباً ظاہر کرنا اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب فعل حرف لا کے ساتھ ملا ہوا۔ تیسرا یہ کہ دونوں طرح جائز ہے اور یہ باقی صورتوں میں ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ"

18-08-2016 - 2:45 Pm

اُن کو وجوباً مضمر کرنے کی جگہیں۔

لام جحود کے علاوہ حسب ذیل چار جگہوں پر اُن کو مضمر کرنا واجب ہے

① حتی کے بعد اَن کو مضمر کرنا

پہلی صورت یہ ہے کہ حتی کے بعد اَن کو

مضمر کرنا۔ جان لو کہ حتی کے بعد فعل کی دو حالتیں ہیں۔ رفع اور نصب

جہاں تک نصب کا تعلق ہے تو اسکی شرط یہ ہے کہ حتی کا ماقبل کی

نسبت کے اعتبار سے فعل مستقبل ہو چاہے زمانہ تکلم کے اعتبار سے مستقبل ہو یا نہ ہو

پہلے کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک لَنْ نَبْرَحَ عَلَيْهِ عَاكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ

إِلَيْنَا مُوْسٰى ہو سکے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کا لوٹنا دونوں امور

کے اعتبار سے مستقبل ہے دوسرے کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَزُلْزِلُوا

حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ کیونکہ رسول کا قول اگرچہ زمانہ اخبار کے اعتبار سے

ماضی ہے مگر انکے زلزال کے اعتبار سے مستقبل ہے

وہ حتی جس کے بعد مضمر

فعل کو نصب دی جاتی ہے اسکے دو معنی ہیں کبھی یہ کَی کے معنی میں

ہوتی ہے اور یہ کَی کے معنی میں اس وقت ہوتا ہے جب اسکا ماقبل

مابعد کے لیے علت ہو جیسے أَسْلِمْ حَتّٰى تَدْخُلَ الْجَنَّةَ اور کبھی یہ إِلٰى کے

معنی میں ہوتا ہے اور یہ الی کے معنی میں اس وقت ہوتا ہے جب اسکا

مابعد ماقبل کے لیے غایت ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد لَنْ نَبْرَحَ عَلَيْهِ

عَاكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوْسٰى جیسے آپ کا کہنا "لَأَسِيْرَنَّ حَتّٰى

تَطْلُعَ الشَّمْسُ" اور کبھی یہ اکٹھا دونوں معنوں کے لیے صحیح ہوتا ہے

جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پاک فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْءَ إِلٰى أَمْرِ اللّٰهِ

یہ اس بات کا احتمال بھی رکھتا ہے کہ یہ کَی تَفِيْءَ کے معنی میں ہے اور

اس بات کا احتمال بھی رکھتا ہے کہ یہ إلٰى أَنْ تَفِيْءَ کے معنی میں ہے

ان جگہوں اور ان جیسی دوسری جگہوں میں لازماً حتی کے بعد ان مضموں کے ساتھ نصب دی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ کہ صرف حتی کے ساتھ بخلاف کوفیوں کے۔ کیونکہ کبھی یہ (حتی) اسماء میں جر کا عمل کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک "حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ" "حَتّٰى حِیْنٍ"

لہٰذا اگر یہ (حتی) افعال میں نصب کا عمل کرے تو لازم آتا ہے کہ بھلا لیکن یہی عامل ایسا ہے کہ کبھی وہ اسماء میں عمل کرتا ہے اور کبھی افعال میں عمل کرتا ہے اور اسکی عربی لغت میں کوئی مثال نہیں ہے

"حتی کے بعد فعل کو رفع دینے کی شرائط"

حتی کے بعد فعل کو رفع دینے کی تین شرائط ہیں

پہلی یہ کہ

فعل ما قبل کے لیے مسبب ہو اسی وجہ سے درج ذیل مثال میں فعل کو رفع دینا ممتنع ہے کیونکہ جیسے ما سِرْتُ حتی اَدْخُلَ البلدَ کیونکہ چلنے کی نفی دخول کے لیے سبب نہیں ہے اور اسی طرح اسکے اس قول میں بھی فعل کو رفع دینا ممتنع ہے جیسے سِرْتُ حتی تَطْلُعَ الشَّمْسُ کیونکہ چلنا سورج کے طلوع ہونے کے لیے سبب نہیں ہے

دوسری یہ کہ فعل کا

زمانہ حال ہو لہٰذا یہ کہ مستقبل ہو نصب کی شرط کے برعکس۔ مگر یہ کہ حال کبھی تحقیقی ہوتا ہے اور کبھی تقدیری جیسے (تحقیقی) کی مثال سِرْتُ حتی اَدْخُلُھَا آپ یہ داخل ہونے کی حالت میں کہیں گے دوسرے (تقدیری) کی مثال بھی یہی ہے یہ اس وقت ہوگا جب چلنا اور داخل ہونا دونوں گزر جائیں۔ لیکن آپ حکایت حال کا ارادہ کریں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا اس ارشاد پاک میں فعل پر رفع آیا ہے جیسے

وَزُلْزِلُوا حَتّٰی یَقُوْلُ الرَّسُوْلُ کیونکہ زلزال اور قول دونوں گزر چکے
ہیں

تیسری یہ کہ اس کا ما قبل تام ہو اسی وجہ سے اس مثال میں فعل پر
رفع ممتنع ہے جیسے کان سَیْرِی حَتّٰی اَدْخُلَهَا اور اسی طرح کان سَیْرِی
حَتّٰی اَدْخُلُهَا اگر آپ کان کو ناقصہ پر محمول کریں نہ کہ تامہ پر

"اَوْ کے بعد اَنْ کا مضمر ہونا"

مسئلہ ثانیہ:-

وہ اَوْ جو اِلٰی یا اِلَّا کے معنی میں ہو اسکے بعد اَنْ کو مضمر
کیا جاتا ہے جیسے آپ کا یہ کہنا لَأَلْزَمَنَّكَ اَوْ تَقْضِيَنِي حَقِّي یعنی اَوْ تقضینی
حقی، الی اَنْ تقضینی حقی کے معنی میں ہے جیسا کہ شاعر نے کہا

(4) میں نے مشکل کو آسان بنا لیا یہاں تک کہ میں نے اپنی خواہشات کو پا لیا
اور خواہشات صرف صابر کے تابع ہوتی ہیں

محل استشہاد:- اس شعر میں اَوْ اُدْرِكَ المُنٰی میں محل استشہاد ہے یعنی اَوْ
اَنْ ادرک لفظی کے معنی میں ہے۔

اور دوسرا آپ کا یہ کہنا لَأَقْتُلَنَّ الْكَافِرَ اَوْ يُسْلِمَ یعنی اس مثال
میں اَوْ یسلم، اِلَّا اَنْ یسلم کے معنی میں ہے۔ شاعر نے کہا

(5) اور جب میں نے قوم کے نیزے کو ٹٹولا تو میں نے اسکی گانٹھوں کو
توڑ ڈالا یہاں تک کہ وہ سیدھا ہو گیا۔

محل استشہاد
مگر یہ

یعنی اَوْ تستقیم اِلَّا اَنْ تستقیم کے معنی میں ہے یعنی اگر وہ سیدھا ہو جائے
تو میں نہیں توڑوں گا۔ پس یہاں اَوْ کا اِلٰی کے معنی میں ہونا درست نہیں ہے۔

کیونکہ استعارت کسر کے لیے غایت نہیں ہے۔

20-8-2016 - 2:50 Pm.

فاء سببیہ کے بعد اَن کو مضمر کرنا

مسئلہ ثالثہ:۔

فاء سببیہ کے بعد اَن کو مضمر کیا جاتا ہے جب اس سے پہلے نفیِ محض ہو یا طلبِ فعل ہو۔ نفی کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے جیسے "لَا یُقْضٰی عَلَیْہِمْ فَیَمُوْتُوا" اور جیسے آپ کا کہنا "مَا تَأْتِینَا فَتُحَدِّثَنَا" نفیِ محض کی شرط درج ذیل مثالوں سے احتراز کرتے ہوئے لگائی گئی ہے جیسے "مَا تَزَالُ تَأْتِینَا فَتُحَدِّثُنَا" اور "مَا تَأْتِینَا إِلَّا فَتُحَدِّثُنَا" کیونکہ ان دونوں کا معنی اثبات ہے اس لیے دونوں کو رفع واجب ہے۔ پہلے کا معنی اثبات اس لیے ہے کیونکہ زال نفی کے لیے آتا ہے اور اس پر حرف نفی داخل ہے اور نفی کی نفی اثبات ہے۔ دوسری مثال میں نفی اِلَّا کے ساتھ ٹوٹنے کی وجہ سے۔

طلبِ فعل:۔

طلب امر کو شامل ہے جیسے شاعر کا قول

ترجمہ: (6) اے اونٹنی سلیمان کی طرف تیز تیز چل تاکہ ہم وہاں راحت پائیں

محلِ استشہاد۔ اور نہی جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک "وَلَا تَطْغَوْا فِیْہِ فَیَحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبِیْ" تحضیض جیسے "لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلٰى أَجَلٍ قَرِیْبٍ فَأَصَّدَّقَ" تمنی جیسے "یَا لَیْتَنِي کُنْتُ مَعَہُمْ فَأَفُوْزَ فَوْزًا عَظِیْمًا" ترجی جیسے "لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ أَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَأَطَّلِعَ" ان بعض قراء کی قراءت میں جنہوں نے اطلع کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور دعا جیسے شاعر کا کہنا

ترجمہ: (7) اے رب مجھ توفیق دے کہ میں جیسی کے راستے پر چلنے والوں کے راستے سے اعراض نہ کروں۔

اور استفہام جیسے شاعر کا قول

ترجمہ: کیا تم سب میری حاجات کو جانتے ہو کہ میں انکے پورے ہونے کی امید کروں (8)

کہ بعض روح جسم کی طرف لوٹ آئے۔

اور عرض جیسے شاعر کا قول

ترجمہ: اے عزت داروں کے بیٹے کیا تو قریب نہیں آئے گا کہ تو دیکھے (9)

جو لوگ تیرے بارے میں باتیں کرتے ہیں دیکھنے والا سننے والے کی طرح نہیں ہوتا

طلب کے فعل کے ساتھ ہونے کی شرط درج ذیل مثالوں سے احتراز کرتے ہوئے

لگائی گئی جیسے "نَزَالِ فَاُکْرِمَکَ" اور "صَہٖ فَتُحَدِّثُکَ" کیونکہ

یہ جائز نہیں ہے بخلاف امام کسائی کے کیونکہ وہ اسی کی مطلق اجازت

دیتے ہیں۔ ابن جنی اور ابن عصفور نَزَالِ اور دَرَاکِ کے بعد

اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اس طرح وہ اسم فعل امر جن میں فعل کے حروف

پائے جائیں نہ کہ صہ، مہ۔ اور اسطرح ان حروف اسماء میں

جن میں فعل کے حروف نہیں پائے جاتے۔

واو معیت کے بعد اَنْ کو مضمر کرنا۔

مسئلہ سابعہ:

واو معیت کے بعد اَنْ کو مضمر کیا جاتا ہے جب اس سے پہلے

نفی محض یا طلب فعل ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک "وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰہُ

الَّذِیْنَ جٰھَدُوْا مِنْکُمْ وَیَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ" اور اسطرح اللہ تعالیٰ کے

ارشاد "یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔"

امام حمزہ ابن عامر اور حفص کی قرأت میں شاعر نے کہا

ترجمہ: کیا میں تمہارا پڑوسی نہیں رہا اور کیا میرے اور تمہارے درمیان (10)

محبت اور بھائی چارہ نہیں تھا۔

دوسرے شاعر نے کہا
جب تم خود مرتے ہو
ترجمہ: (11) اس عادت سے نہ روکو جب
تم ایسا کرو تو یہ تمہارے نزدیک عار عظیم ہے
اور جب

پس تو لا تاکل السمک و تشرب اللبن" تشرب کو نصب
دیں گے اگر آپ دونوں فعلوں سے نہی کا قصد کریں اور تشرب کو
جزم دیں گے اگر آپ دونوں میں سے ہر ایک سے نہی کا قصد کریں
یعنی لا تاکل السمک ولا تشرب اللبن۔ اور تشرب کو رفع دیں
گے اگر آپ پہلے اس سے نہی کا ارادہ کریں اور دوسرے کو
مباح قرار دیں یعنی لا تاکل السمک ولک شرب اللبن

21-08-2016 9:15 pm

"جوازم المضارع"

جازم کی دو قسمیں ہیں ۱ فعل واحد کے لیے جازم ۲ دو فعلوں کے لیے جازم
جو ایک فعل کو جزم دیتے ہیں
فعل واحد کے لیے جازم کے پانچ امور ہیں
ان میں سے پہلا طلب ہے اور
یہ اس وقت ہوتا ہے جب پہلے ایسا لفظ ہو جو امر، نہی، استفہام یا
ان جیسی انواع طلب پر دلالت کرتا ہو اور اس کے بعد ایسا فعل مضارع
ہو جو فاء سے خالی ہو اور اس کے ساتھ جزا کا قصد کیا گیا ہو تو اس صورت
میں فعل اس طلب کی وجہ سے مجزوم ہوگا اس میں شرط کا معنی پائے
جانے کی وجہ سے اور جزا کی قصد کے ساتھ یہ معنی مراد ہے کہ فعل کو ماقبل
سے مسبب مانا جائے جیسا کہ شرط کی جزا فعل شرط سے مسبب ہے

اور اسکی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پاک ہے کہ "قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ" اس مثال میں
طلب کو مقدم کیا گیا اور وہ تعالوا ہے اور فاء سے خالی فعل مضارع کو موخر کیا گیا
اور وہ اتل ہے اور اسکے ساتھ جزا کا قصد کیا گیا ہے کیونکہ اسکا معنی یہ بنتا ہے کہ
"تعالوا فان تأتوني أتلُ عليكم" پس ان پر تلاوت کرنا ان کے آنے سے مسبب ہے
اسی وجہ سے اسے جزم دی گئی۔ اور اسکے جزم کی علامت اسکے آخری حرف کا حذف
ہے اور وہ واؤ ہے۔ اور شاعر کا قول ہے

(۱۹) (اے میرے دوستوں) ٹھہرو! ہم اپنے دوست اور اسکے مکان کو یاد
کر کے رو لیں جو سقط اللوی میں دخول اور حومل کے درمیان ہے

اور جیسے آپ کا قول "ائتني أكرمك" اور "هل تأتيني أحدثك"
اور "أتسلم تدخل الجنة"

اگر متقدم نفی ہو یا خبر مثبت ہو تو اسکے بعد فعل
کو جزم نہیں دی جائے گی نفی کی مثال "ما تأتينا تحدثنا" وہ یا تحدثنا کے
رفع کے ساتھ اور یہاں جزم جائز نہیں ہے۔ اور صاحب جمل نے اس معاملے
میں غلطی کی ہے خبر مثبت کی مثال "أنت تأتينا تحدثنا" نحویوں کے
اتفاق کے ساتھ وہ بھی تحدثنا کے رفع کے ساتھ۔

جہاں تک عربوں کے قول
"اتقى الله امرؤ فعل خيرا يثب عليه" کا تعلق ہے اور انہوں نے اسکو
جزم کے ساتھ تعبیر کیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اتّقى اور فعل اگرچہ یہ دونوں
فعل ماضی ہیں اور ظاہری طور پر خبر ہے مگر ان سے مراد طلب ہے اور اسکا
معنی یہ ہوگا "ليتق الله امرؤ وليفعل خيرا" اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد

پاک "هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ
وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ يَغْفِرْ لَكُمْ" يَغْفِرْ کو جزم دی گئی کیونکہ یہ جواب ہے جیسے (1)
اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے لیے (1) "تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ"
کے آمنوا اور جاهدوا کے معنی امر میں ہونے کی وجہ سے
جواب ہے) اور یہ استفہام کا جواب نہیں ہے کیونکہ گناہوں کی بخشش نفس
دلالت سے مسبب نہیں ہے بلکہ ایمان اور جہاد سے مسبب ہے
اور وہ

فعل جو طلب کے بعد واقع ہو اگر اس سے جزا کا قصد نہ کیا جائے تو
اسکو جزم دینا ممتنع ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک "خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ
صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ" یہ باتفاق قراء تُطَهِّرُهُمْ ہے اگرچہ
اس سے پہلے طلب ہے اور وہ خُذْ ہے کیونکہ اس سے یہ معنی مقصود نہیں
"إِنْ تَأْخُذْ مِنْهُمْ صَدَقَةً تُطَهِّرْهُمْ" بلکہ اس سے مراد یہ ہے "خُذْ مِنْ
أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً مُطَهِّرَةً" پس تُطَهِّرُهُمْ صَدَقَةً کی صفت ہے۔
اگر اس سے جزا کا معنی مراد لیتے ہوئے جزم کے ساتھ پڑھا جائے تو قیاساً یہ
ممتنع نہیں ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پاک کو پڑھا گیا "فَهَبْ
لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي" يَرِثُنِي کو رفع کے ساتھ پڑھا
گیا ہے وَلِيًّا کی صفت بناتے ہوئے اور اسکو جزم کے ساتھ بھی پڑھا گیا
ہے امر کی جزا بناتے ہوئے اور یہ ایک قول "أُتِينِي بِرَجُلٍ يُحِبُّ اللّٰهَ
وَرَسُولَهُ" کے خلاف ہے کیونکہ اسمیں جزم جائز نہیں ہے کیونکہ
اسکا اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ اللہ اور اسکے رسول کی محبت اس
آدمی کے آنے سے مسبب ہے جس طرح آپ کے اپنے اس قول میں

ارادہ کرتے ہیں "اِستثنی اُمرِ قلک" کیونکہ اکرام اتیان سے مربوط
ہے کیونکہ آپ نے "اُستثنی" کے ساتھ ایسے شخص کا ارادہ کرتے ہیں جو اس صفت
کے ساتھ موصوف ہو

جواب نہی میں جزم جائز نہیں ہے مگر اس شرط کے ساتھ
کہ شرط کی تقدیر اسکی جگہ میں صحیح ہو جو شرط لا نافیہ کے ساتھ ملی ہوئی ہو معنی کے
صحیح ہونے کے ساتھ۔ اور یہ ایک اس قول کے موافق ہے "لا تکفرْ تدخلِ الجنۃ"
"و لا تدنُ من الاسد تسلمْ" کیونکہ اگر انکی جگہ یہ کہا جائے "اِن لا تکفرْ
تدخلِ الجنۃ" "واِن لا تدنُ من الاسد تسلمْ" تو یہ
صحیح ہے بخلاف رفع دینے کے جیسے "لا تکفرْ تدخلُ النار" اور "لا تدنُ من الاسدِ
یاکلُک" کیونکہ یہ ممتنع ہے۔ پس یہ کہنا صحیح نہیں ہے "اِن لا تکفرْ
تدخلِ النار" اور "اِن لا تدنُ من الاسد یاکلُک" اسی وجہ سے سبعہ عشرہ
کے قراء اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں رفع دینے پر جمع ہوئے ہیں "ولا تمننْ تستکثرُ"
کیونکہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے "اِن لا تمننْ تستکثرْ" کیونکہ یہ جواب نہیں ہے
کیونکہ یہ "تمننْ" میں موجود ضمیر مستتر سے حال ہے۔ گویا کہ یہ کہا گیا "ولا
تمننْ مستکثراً" اور آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو اس بات سے منع فرمایا کہ وہ کسی کو کوئی شے ھبہ کریں تو پھر
اسکے عوض میں زیادہ کا طمع نہ کریں۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ امام حسن بصری
نے "تستکثرْ" کو جزم کے ساتھ پڑھا ہے اسکی کیا وجہ ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے
کہ اس میں تین وجہوں کا احتمال ہے۔

پہلی یہ کہ یہ "تمننْ" سے بدل
ہو گویا کہ یہ کہا گیا "لا تستکثرْ" یعنی جو چیز آپ دیتے ہیں اس سے زیادہ کا
گمان نہ کریں۔

(دوسری وجہ یہ کہ آیات کے سروں کا لحاظ کرتے ہوئے)

دوسری وجہ یہ کہ تشنگی کو اس آیت ہونے کی وجہ سے اس کو وقف کو مقدر کیا گیا ہے پہلے اسکو وقف کی وجہ سے ساکن کر دیا گیا پھر وقف کی نیت کی وجہ سے ملا دیا گیا۔

تیسری یہ کہ اسکا ساکن ہونا آیات کے سروں کا لحاظ کرنے کی وجہ سے ہے اور وہ یہ ہے فانذر و ربک فکبر، وثیابک فطہر و الرجز فاھجر۔

23-08-2016 3:00 Pm

"لم"

ایک فعل کو جزم دینے والوں میں سے دوسرا لم ہے۔ یہ ایسا حرف جو فعل مضارع کی نفی کرتا ہے اور اسے ماضی میں کر دیتا ہے جیسے کہ آپکا یہ کہنا لم یَقُم اور لم یَقعُد اور جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد "لم یَلِدْ وَلَم یُولَدْ"

"لمّا"

تیسرا لمّا ہے جو اخت لم ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد "لمّا یَقضِ ما امرہ" "بل لمّا یذوقوا عذاب"

یہ چار امور میں لم کے ساتھ مشترک ہوتا ہے وہ یہ ہیں۔ حرف ہونا، مضارع کے ساتھ خاص ہونا، مضارع کو جزم دینا اور اسکے زمانہ کو ماضی کی طرف پھیر دینا

اور یہ چاروں امور میں لم سے مخالف ہوتا ہے،

پہلا یہ کہ لمّا کے ساتھ نفی زمانہ

حال تک جاری رہتی ہے بخلاف لم کی نفی کے کیونکہ لم کبھی تو زمانہ حال میں

تک جاری ہوتی ہے اسکی مثال "لم یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ" اور کبھی منقطع ہو جاتی ہے

اسکی مثال جیسے "هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا"

کیونکہ معنی یہ ہے کہ اس زمانہ کے بعد انسان قابل ذکر چیز بن گیا تھا اس وجہ سے

یہ کہنا ممتنع ہوگا "لمّا یَقُمْ ثُمَّ قَامَ" کیونکہ اس میں تناقض ہے اور

لم یَقُمْ ثُمَّ قَامَ کہنا جائز ہے۔

دوسرا یہ کہ لمّا اکثر اپنے مابعد کے ثبوت کی توقع

کا اذن دیتا ہے۔ اسکی مثال جیسے بَلْ لَمَّا يَذُوقُوا عَذَابِ یعنی اب تک انہوں

عذاب نہیں چکھا اور عنقریب وہ چکھیں گے۔ اور لم اس بات کا تقاضا

نہیں کرتا۔ یہ معنی زمخشری نے ذکر کیا ہے۔ استعمال اور ذوق دونوں نے

اس کی تائید کی ہے۔

تیسرا یہ کہ اس کے بعد فعل کو حذف کیا جاتا ہے جیسے کہا جائے

هَلْ دَخَلْتَ الْبَلَدَ؟ اور آپ کہو قَارَبْتُهَا وَلَمَّا اور آپ ارادہ یہ کرو وَلَمَّا

ادخلها أَدْخُلْهَا لیکن یہ کہنا جائز نہیں ہے قَارَبْتُهَا وَلَمْ۔

اور چوتھا یہ کہ لمّا

حرف شرط کے ساتھ نہیں ملتا بخلاف لم جیسا کہ آپ یہ کہیں إِنْ لَمْ تَقُمْ قُمْتُ

اور یہ کہنا جائز نہیں إِنْ لَمَّا تَقُمْ قُمْتُ

"لام امر"

چوتھا جازم لام طلبیہ ہے۔ اور یہ امر

پر دلالت کرتا ہے جیسے لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ اور دعا جیسے لِيَقْضِ

عَلَيْنَا رَبُّكَ؟

"لا ناھیہ"

پانچواں جازم لا طلبیہ ہے اور یہ نہی

پر دلالت کرتا ہے جیسے لا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ یا یہ دعا کے لیے آتا ہے جیسے لا

تُؤَاخِذْنَا

جو دو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں

~~جو دو فعلوں~~

کو جزم دیتا ہیں وہ گیارہ ادات ہیں اور وہ یہ ہیں

1. اِنْ اسکی مثال جیسے اِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ
2. اَيْنَ اسکی مثال جیسے اَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ
3. اَىٌّ اسکی مثال جیسے اَيًّا مَا تَدْعُوا فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى
4. مَنْ اسکی مثال جیسے مَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًا يُّجْزَ بِهٖ
5. مَا، اسکی مثال جیسے وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ
6. مَهْمَا، جیسے امری القیس نے کہا

ترجمہ: (13)

کیا تجھے میری طرف سے اس بات نے دھوکہ دیا کہ تیری محبت مجھے

قتل کرنے والی ہے جب کبھی تو میرے دل کو حکم دے گی وہ کر گزرے گا

7. متی جیسے کسی دوسرے نے کہا

ترجمہ: میں روشنی کرنے والے اور مشکل معاملات کو حل کرنے والے کا

بیٹا ہوں جب میں عمامہ اتاروں گا تب تو مجھے پہچانے گا۔

8. اَيَّانَ جیسے کسی شاعر کا قول

ترجمہ: جب کمزور بھیڑ چٹیل میدان میں ہو تو جب ہوا اس

جھکائے وہ جھک جاتی ہے۔

۹. حیثما، جیسے کہنا

"حَیْثُمَا تَسْتَقِمْ یُقَدِّرْ لَکَ اللّٰہُ نَجَاحًا فِی غَابِرِ الْأَزْمَانِ"

۱۰. إذما

ترجمہ (14)

جب تم اللہ کا حکم دینے والے ہو جیسے تم خود سرانجام دیتے ہو تو جیسے تم حکم دے رہے ہو اسے بھی سرانجام دینے والا پاؤ گے

۱۱. أنّی

ترجمہ (15)

تم ایسے ہو گے کہ جب تم میری قوم کے پاس آؤ گے تو پناہ طلب کرو گے اور تم بہت زیادہ ایندھن اور بھڑکتی ہوئی آگ پاؤ گے

یہ ایسے ادوات ہیں جو دو فعلوں کو جزم دیتے ہیں ان میں سے پہلے کو شرط اور دوسرے کو جواب یا اور جزا کا نام دیا جاتا ہے

24.08.2016 3:00 Pm

★ "جواب شرط کو فاء یا إذا فجائیہ کے ساتھ ملانا"

جب جملہ جواب بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو ادات شرط کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے تو اسے فاء کے ساتھ ملانا واجب ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ ہو اور اسکا فعل طلبی ہو یا جامد ہو یا منفی بلن ہو یا ما کے ساتھ منفی ہو یا قد کے ساتھ ملا ہوا ہو یا حرف تنفیس کے ساتھ ملا ہوا ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" "قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"

"وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ" "إِنْ تُنَوِّلِ أَنَا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَوَلَدًا فَعَسَى رَبِّي" "وَمَا آتَاهُ اللَّهُ وَعَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ" "وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ" "إِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلُ" "فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ" "وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا"

جملہ اسمیہ میں جائز ہے کہ اسے اذا فجائیہ کے ساتھ ملایا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد "وإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ" متن میں اذا فجائیہ کو جملہ اسمیہ کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا کیونکہ اذا فجائیہ صرف جملہ اسمیہ پر ہی داخل ہوتا ہے۔

★ العلم

علم کی تعریف اور اقسام

تعریف:

علم وہ اسم ہوتا ہے جسے کسی شئے کے ساتھ بعینہ معلق کیا گیا ہو اسکی ~~اسی~~ کی مثال یہ چیزوں ~~ــــ~~ کو اس میں شامل کرلے لیے بغیر

اقسام:

مختلف اعتبارات سے اسکی متعدد اقسام ہیں۔

مسمیٰ کے مشخص

اور غیر (علم) مشخص کے اعتبار سے اسکی دو قسمیں ہیں

علم شخص — علم جنس

زید کی مثال جیسے زید، عمرو اور دوسرے کی جیسے اسامہ (جنس) شیر کے لیے آتا ہے ثعالہ جنس لومڑی کے لیے آتا ہے اور ذوالہ بھیڑیے کی جنس کے لیے آتا ہے۔ ان الفاظ میں سے ہر ایک لفظ اس جنس کے ہر ایک

گے جب آپ اسے دیکھیں
فرد پر صادق آتا ہے ۔ جیسے آپ ہر ایک شیر کے لیے کہیں گے جب آپ اسے دیکھیں کہ اسماء صاحب
گے حذا أسامۃ مُقبِلاً اور اسی طرح باقی تمام میں اسکا اطلاق کرنا
حقیقت کے مقابلے میں جائز ہے جیسا کہ وہ ہے ۔ پس آپ کہیں گے أسامۃُ أشجعُ من ثُعالۃ
یہ ایسے ہی ہے جیسے آپ کہیں الأسدُ أشجعُ من الثعلب یعنی اس حقیقت کا مالک
اس حقیقت کے مالک سے زیادہ بہادر ہے ۔ اور اسکا کسی غائب شخص پر اطلاق کرنا جائز
نہیں ہے ۔ ایسا شخص کہ جسکے درمیان اور آپکے درمیان کسی خاص شیر کی یاد
موجود ہو تو آپ اسے یہ نہیں کہیں گے مَا فَعَلَ اسامۃُ

العلم مفرد اور مرکب

علم کی ذات کے اعتبار سے اسکی
دو قسمیں ہیں مفرد اور مرکب ۔ مفرد جیسے زید اور اسامہ اور مرکب کی
تین قسمیں ہیں ۔

علم مرکب اور اسکی اقسام

1 مرکب اضافی جیسے عبداللہ اسکا اسکے دونوں جزوں میں سے پہلا جز کا
اعراب اس پر داخل ہونے والے عوامل کے اعتبار سے ہوتا ہے اور دوسرے جز کو
ہمیشہ اضافت کے اعتبار جر دی جاتی ہے ۔

2 مرکب مزجی جیسے بَعلَبَكّ اور سیبویہ اسکا حکم یہ ہے کہ رفع کا اعراب ضمہ
کے ساتھ اور نصب اور جر کا اعراب فتح کے ساتھ دیا جاتا ہے (جیسے وہ تمام اسماء
جو غیر منصرف ہیں ۔ اور یہ علم اس وقت ہوتا ہے جب وہ اسم وَیہٖ کے ساتھ ختم
نہ ہو جیسے کہ بَعلَبَكّ اگر یہ وَیہٖ کے ساتھ ختم ہو تو یہ مبنی بر کسرہ ہو گا جیسے
سیبویہ ۔

3 مرکب اسنادی یہ اصل میں جملہ ہوتا ہے جیسے شَابَ قَرنَاھَا اسکا حکم یہ ہے کہ اسپر
عوامل کسی قسم کا اثر نہیں کرتے بلکہ اسے نقل سے پہلے والی حالت میں ہی بیان
کر دیا جاتا ہے

اسم، کنیت اور لقب

8

علم کو اسم، کنیت اور لقب

میں بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ اس لیے کیونکہ جب اسکی ابتداء اب یا ام سے کی جائے تو یہ کنیت ہوتا ہے جیسے ابوبکر، ام بکر، ابو عمرو، ام عمرو۔ اگر علم سے بلند مرتبہ کا شعور دلائے جیسے زین العابدین یا اسکے کم مرتبے کا شعور دلائے جیسے قُفَّةٌ، بَطَّةٌ، انف الناقة تب یہ لقب کہلائے گا وگرنہ یہ اسم ہوگا جیسے زیدٌ و عمرٌو

جب اسم لقب کے ساتھ ہو جائے تو

فصیح عربی میں واجب ہے کہ اسم کو مقدم کیا جائے اور لقب کو مؤخر کیا جائے۔ پھر اگر یہ دونوں مضاف ہوں جیسے عبداللہ زین العابدین یا پہلا مفرد ہو اور دوسرا مضاف ہو جیسے زید زین العابدین یا معاملہ اسکے برعکس ہو جیسے عبداللہ قُفَّةٌ تو واجب ہے کہ دوسرا جز اپنے اعراب میں پہلے کا تابع ہو یا تو ایک بدل ہونے کی وجہ سے یا اس پر عطف بیان ہونے کی وجہ سے۔ اور اعراب میں اسکا ماقبل کے تابع ہونے سے منقطع ہونا بھی جائز ہے۔ یا تو یہ اپنے رفع کے ساتھ مبتدا محذوف کی خبر ہوگا یا اپنے نصب کے ساتھ فعل محذوف کا مفعول ہوگا اور اسی طرح یہ دونوں مفرد بھی ہوتے ہیں اور یہ جمہور اہل نحو کا موقف ہے اگرچہ دونوں مفرد ہوں جیسے زید قُفَّةٌ سعید کُرزٌ۔ لیکن کوفیوں اور زجاجیوں نے اس میں دو وجہوں کو جائز قرار دیا پہلی یہ کہ لقب اسم کی اتباع کرے جیسے کہ پہلے مثالوں میں گزر چکا ہے اور دوسرا یہ کہ اسم لقب کی طرف مضاف ہو۔ جمہور اہل نحو نے اضافت کو واجب قرار دیا ہے اور صحیح یہی ہے۔ اور اتباع اضافت سے زیادہ قیاس ہے اور اضافت اکثر ہے

اسم اشارہ

معرفہ کی تیسری قسم اسم اشارہ ہے۔ مشار الیہ کے اعتبار سے اسکی تین اقسام ہیں

۱ جسکے ساتھ مفرد کیطرف اشارہ کیا جاتا ہے ۲ جسکے ساتھ مع تثنیہ کیطرف اشارہ کیا جاتا ہے 3 جسکے ساتھ جمع کیطرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ ان تینوں اقسام میں سے ہر ایک مذکر اور مؤنث میں منقسم ہوتا ہے

اشارہ کے الفاظ اور اسکے استعمالات

مفرد مذکر کیلیے

ایک ہی لفظ ہے اور وہ ذا ہے۔ مفرد مؤنث کے لیے دس الفاظ ہیں پانچ ذال کے ساتھ شروع ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ ذی، ذہ، ذہی اشباع کیساتھ، ذِہِ کسرے کے ساتھ، ذِہْ اسکان کے ساتھ اور ذاتُ اور یہ سب سے اغرب ہے۔ ذاتُ کا مشہور استعمال صاحبۃ کے معنی میں ہوتا ہے جیسے آپکا کہنا ذاتُ جمالٍ یعنی صاحبۃ جمالٍ یا یہ التی کے معنی میں ہوتا ہے بعض طی کی لغت کے مطابق فراء نے بیان کیا بالفضل ذو فضلکم اللہ بہ، والکرامۃ ذاتُ اکرمکم اللہ بھا یعنی "التی اکرمکم اللہ بھا" اس وقت اسکے تین استعمالات ہوں گے

اور پانچ تاء

کیساتھ شروع ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں تی و تہی اشباع کے ساتھ تِہِ کسرے کیساتھ، تِہْ اسکان کیساتھ اور تا۔ تثنیہ مذکر کے لیے ذان بحالت رفعی میں الف کے ساتھ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے فَذَانِكَ بُرْهَانَانِ اور ذَيْنِ بحالت جری اور نصبی میں یا کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد رَبَّنَا أَرِنَا اللَّذَيْنِ۔

اور تثنیہ مؤنث کے لیے تان حالت رفعی میں الف کے ساتھ جیسے آپکا کہنا جاءتنی ھاتان اور ھاتین بحالت جری اور نصبی

"اِخْدَی ابْنَتَیَّ هَاتَیْنِ"

میں یا کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد جمع مذکر اور

مؤنث کے لیے اُولاءِ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "هٰؤُلَاءِ بَنَاتِی" اور بنی تمیم بھی میں اُولٰی کہتے ہیں

مشار الیہ کی دو قسمیں ہیں

مشار الیہ یا قریب ہوگا

یا بعید

اگر مشار الیہ قریب ہو تو ایسا اسم اشارہ لایا جائے گا جو وہ جو کاف سے خالی ہو اور جواز اس کے ساتھ ھا تنبیہ ملی ہوئی ہو جیسے آپ کا کہنا جاءنی ھذا او جاءنی ذا اور ھا تنبیہ اسم اشارہ کے ساتھ اس وقت ملحق ہوتی ہے جب اس سے پہلے کے ساتھ لام بعد ملحق نہ ہو

اور اگر

مشار الیہ بعید ہو تو کاف کا لانا واجب ہو یا یہ لام سے خالی ہوگا ذَاكَ یا لام سے ملا ہوا ہوگا ذٰلِكَ۔ تین جگہوں پر لام کا لانا ممتنع ہے

۱ تثنیہ میں۔ جیسے آپ کہیں ذَانِكَ اور تَانِكَ اور آپ ذانلك، تانلك نہیں کہیں گے۔

۲ جمع میں ان کی لغت کے مطابق جنہوں نے اسکو مد دی ہے جیسے آپ کا کہنا اُولٰئِكَ اور یہ کہنا جائز نہیں ہے اُولاءِ لَكَ۔ اور جنہوں نے اس کو قصر کیا وہ اُولٰلِكَ پڑھتے ہیں۔

۳ جب اس سے پہلے ھا تنبیہ آجائے جیسے ھٰذَاكَ اور ھٰذَالِكَ کہنا جائز نہیں

"اسم موصول"

معرفہ کی چوتھی قسم اسماء موصولہ ہیں اور یہ صلہ اور ضمیر عائد کے محتاج ہوتے ہیں

اسماء موصولہ کی دو قسمیں ہیں

خاصہ اور مشترکہ

خاصہ:

خاصہ یہ ہے جیسے الذی مذکر کے لیے التی مؤنث کے لیے اللَّذَانِ تثنیہ مذکر کے لیے اللَّتَانِ تثنیہ مؤنث کے لیے۔ اور یہ دونوں حالت رفعی میں الف کے ساتھ مستعمل ہوتے ہیں اور حالت جری، نصبی میں یا کے ساتھ مستعمل ہوتے ہیں اور الأولی جمع مذکر کے لیے جیسے اور اسی طرح الَّذِینَ اور یہ تمام احوال میں یا کے ساتھ ہوتا ہے۔ ھذیل اور عقیل کہتے ہیں الَّذُونَ حالت رفعی میں حالت جری اور نصبی میں الذین کہتے ہیں۔

اور اللَّائِی، اللَّاتِی جمع مؤنث کے لیے ان دونوں میں یا کو ثابت رکھنا اور ترک کرنا دونوں جائز ہیں۔

مشترکہ:

مَنْ، مَا، اَیٌّ، اَیَّۃٌ، اَلْ، ذُو اور ذَا۔ ان سب کا اطلاق مفرد تثنیہ اور جمع مذکر مؤنث سب پہ ہوتا ہے۔ مَن کی مثال جیسے

یعجبنی مَنْ جَاءَکَ۔ مَنْ جَاءَتْکَ، مَنْ جَاءَاکَ، مَنْ جَاءَتَاکَ، جاؤوک، مَنْ جِئْنَکَ۔ جب کوئی کہے اشتریتُ حِمَاراً او اَتَاناً، حِمَارَیْنِ او اَتَانَیْنِ أو حُمُراً او اُتُناً تو آپ جواب میں ما کے ساتھ کہیں گے أعجبنی ما اشتریتَه، مَا اشتریتَھُمَا، ما اشتریتَھُم، ما اشتریتَھُنَّ اور اسی کی مثال باقی امثلہ ہیں۔

اَل موصولہ کی شرائط

اَل موصولہ ہوتا ہے

اس شرط کے ساتھ جب یہ صفت صریحہ پر داخل ہو نہ کہ تفضیل پر

اور یہ تین ہیں اسم فاعل جیسے الضارب، اسم مفعول جیسے

المضروب اور صفت مشبہ جیسے الحسن۔ لیکن جب یہ اسم جامد پر

داخل ہو جیسے الرجل یا ایسے وصف پر داخل ہو جو اسماء جامدہ

کے مشابہ ہوں جیسے الصاحب یا تفضیل کے وصف پر داخل ہو جیسے

الافضل والاعلیٰ تو یہ (الف لام) حرف تعریف ہوگا۔

ذو الطائیہ

ذو بالخصوص قبیلہ طیئی کی

لغت کے مطابق موصولہ ہوتا ہے جیسے جاءنی ذو قام اور قبیلہ

طیئی کا قول ہے وَذُو فِي السَّمَاءِ عَرْشُهُ اور شاعر نے کہا

(16) بے شک پانی تو میرے باپ اور دادا کا پانی ہے

اور میرا کنواں جسے میں نے کھودا اور اسکی چار دیواری کی

28-08-2016 3:00 Pm

ذا موصولہ کی شرائط ☆

ذا موصولہ ہوتا ہے اس شرط

کے ساتھ کہ اس سے پہلے ما استفہامیہ ہو اسکی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ یا مَن استفہامیہ ہو اسکی مثال جیسے

ترجمہ:- بنی عمرو قصیدے بادشاہوں کے پاس آئے ہیں جنہیں میں نے کہا ہے

تاکہ کہا جائے کہ انہیں کہنے والا کون ہے

یعنی ماالذی انزل ربکم   من الذی قالہا
اگر ان میں سے کوئی
اسکا موصولہ

شے اس پر داخل نہ ہو تو یہ اسم اشارہ ہوگا۔ تو اس وقت
ہونا جائز نہیں ہے۔ بخلاف کوفیوں کے انہوں نے اس قول سے استدلال کیا

ترجمہ:- عدس، عباد کی تیرے اوپر کوئی ملکیت نہیں تو امن میں ہے۔ اور یہ جو
تجھ پر سوار ہے آزاد ہے۔

کوفی کہتے ہیں ھذا اسم موصول مبتدا ہے
تحملین اسکا صلہ ہے اور ضمیر عائد محذوف ہے اور طلیق خبر ہے
اور اسکی تقدیر یہ ہے والذی تحملینہٗ طلیقٌ

اس میں کوفیوں کے لیے
کوئی دلیل نہیں کیونکہ ذا کو اسم اشارہ بنانا جائز ہے۔ جو کہ مبتدا ہے اور
طلیق اس کی خبر ہے اور تحملین جملہ حالیہ ہے۔ اور اسکی تقدیر یہ ہے
وھذا طلیقٌ فی حالۃ کونہ محمولاً لک (یہ آزاد ہے تیرے اوپر سوار ہونے کی حالت میں)
اس پر حرف تنبیہ کا داخل ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اسم اشارہ ہے
نہ کہ اسم موصولہ

موصول کا صلہ

27-10-2018

صلہ کی دو قسمیں ہیں جملہ اور
شبہ جملہ۔ پھر جملہ کی دو قسمیں ہیں اسمیہ اور فعلیہ

صلہ کا جملہ اور اسکی شرائط

اسکی شرط دو
امور ہیں جملہ یہ کہ یہ خبریہ ہو یعنی صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہو
پس یہ کہنا جائز نہیں جاءَ الذی اضربہٗ۔ جاء الذی بحثکَّ جب آپ
اس سے انشاء کا قصد کریں بخلاف جاءَ الذی ابوہٗ قائمٌ و جاءَ الذی ضربتہٗ

اور دوسرا یہ کہ یہ ایسی ضمیر سے متصل ہو جو اسم موصول کے مطابق ہو۔ مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مؤنث ہونے میں۔ اسکی مثال جیسے

جاء الذی اکرمتہ و جاءت التی اکرمتھا و جاء اللذان اکرمتھما وجاءت اللتان اکرمتھما و جاء الذین اکرمتھم و جاء اللاتی اکرمتھن

ضمیر عائد کا حذف اور اسکی جگہیں

اور کبھی ضمیر کو حذف کر دیا جاتا ہے چاہے وہ مرفوع ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ یعنی الذی ھو اشدّ

یا یہ منصوب ہو جیسے وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ ۔ حمزہ، کسائی اور شعبہ علاوہ تمام قراء نے عملتہ ھا کو اصل پر رکھتے ہوئے پڑھا ہے۔ اور ان تمام نے ھا کے حذف کے ساتھ پڑھا ہے یا یہ مجرور بالاضافت ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ ۔ یعنی ما انت قاضیہ

اور شاعر کا قول ہے ایسی خبر کو ظاہر کریں گے جس

ترجمہ:- عنقریب تیرے لیے ایسے ایام ظاہر ہوں گے جن سے تو نابلد ہے اور وہ شخص تیرے پاس خبریں لے کر آئے گا جسے تو نے زاد راہ نہیں دیا

یعنی ما کنت جاھلہ ۔ یا مجرور بالحرف ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ یعنی منہ ۔ اور شاعر کا قول ہے

ترجمہ:- ہم بھی اسی کے لیے نماز پڑھتے ہیں جسکے لیے قریش پڑھتے ہیں اور ہم بھی اسکے لیے عبادت کرتے ہیں اگرچہ عام لوگ اسکا انکار کریں

یعنی نصلی للذی صلت لہ قریش

شبہ جملہ اسکی انواع اور اسکی شرائط

شبہ جملہ تین چیزیں

ظرف جیسے الذی عندک، جار مجرور جیسے الذی فی الدار اور صفت
صریحہ جیسے اسکی اس وقت یہ ال کے صلہ میں ہوتی ہے
ظرف اور جار مجرور کی شرط یہ ہے کہ یہ دونوں تام ہوں یہ جائز نہیں
ہے جاء الذی بک۔ جاء الذی امس ال کے نقص کی وجہ سے اور
کسائی نے نقل کیا ہے نَزَلْنَا المَنْزِلَ الَّذِی البَارِحَۃَ یعنی الذی نزلناہ
البارحۃ اور یہ شاذ ہے۔

جب ظرف اور جار مجرور صلہ واقع ہوں تو
تو دونوں ایسے فعل کے متعلق ہوتے ہیں جو وجوبا محذوف ہوتا ہے جسکی
تقدیر استقر ہے۔ اور وہ ضمیر جو فعل میں مستتر ہوتی ہے ان دونوں
کی طرف لوٹتی ہے۔

ذو الأداۃ

خلاف النحاۃ فی (ال) :-

معرفہ کی پانچویں قسم ذو الاداۃ ہے جیسے الفرس، الغلام
نحویوں کے درمیان مشہور یہ ہے کہ خلیل نحوی کے نزدیک معرّف (ال)
ہے جبکہ سیبویہ کے نزدیک معرّف صرف (ل) ہے۔ ابن عصفور نے
پہلا قول ابن کیسان سے نقل کیا اور دوسرا قول بقیہ نحویوں سے نقل
کیا۔ اور اس چیز کو بعض نحویوں نے اخفش سے نقل کیا۔ ابن مالک
کا خیال ہے کہ خلیل اور سیبویہ میں اس بات کے بارے میں کوئی
اختلاف نہیں کہ معرّف (ال) ہے۔ ابن مالک فرماتے ہیں کہ

کہ خلیل اور سیبویہ میں اختلاف تو صرف کا ہے۔ یعنی یہ زائد ہے یا نہیں۔ (اصلیہ)

حاصل کلام یہ ہے کہ اس مسئلہ میں تین مذاھب ہیں۔

پہلا یہ کہ معرّف (ال) ہے اور الف اصلی ہے۔

دوسرا یہ کہ معرّف (ال) ہے اور الف زائدہ ہے۔

تیسرا یہ کہ معرّف صرف لام ہے

"(ال) معرّفہ کی اُقسام"

(ال) معرّفہ کی تین اقسام ہیں۔

پہلی یہ کہ (ال) عہد کی تعریف کے لیئے ہے۔

دوسری یہ کہ (ال) جنس کی تعریف کے لیئے ہے۔

تیسری یہ کہ (ال) استغراقی ہے۔

پھر تعریفِ عہد کی دو قسمیں ہیں۔

عہد ذکری اور عہد ذہنی

عہد ذکری کی مثال جیسے (اشتریتُ فرساً ثم بعتُ الفرسَ) اس مثال میں الفرس سے مراد مذکورہ فرس ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ (ثم بعت فرسا) تو اس صورت میں پہلے کے علاوہ کوئی دوسرا فرس مراد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے (مثلُ نورہٖ کمشکاۃٍ فیھا مصباحٌ المصباحُ فی زجاجۃٍ الزجاجۃُ کانّھا کوکبٌ دُرّیٌ) اس مثال میں المصباح اور الزجاجۃ سے مراد مذکورہ مصباح اور زجاجۃ ہیں۔

عہد ذہنی کی مثال جیسے آپ کہیں (جاء القاضی) کہ آپ اس

وقت ہیں گے جب آپکے اور آپکے مخاطب دومثال کسی خاص

قاضی کے بارے میں عہد ہوگا۔

تعریفِ جنس کی مثال جیسے (الرجلُ أفضلُ مِنَ المَرأۃ)

یہ اس وقت بولا جائے گا جب اس سے مراد کوئی خاص مرد یا عورت

مراد لازمی ہو۔ بلکہ اس سے مراد لیا جائے کہ آدمی کی جنس، جیسے

وہ ہے، أفضل ہے عورت کی جنس سے، جیسے وہ ہے۔ اور اس سے

یہ مراد لینا صحیح نہیں کہ آدمیوں میں سے ہر ایک آدمی، عورتوں میں

سے ہر ایک عورت سے افضل ہے۔ کیونکہ واقع (حقیقت) اس کے

خلاف ہے۔ اور اسی طرح یہ مثال (أَهلكَ النّاسَ الدینارُ والدرهمُ)

اور جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے (وجعلنا مِنَ الماءِ کلَّ شيءٍ حيٍّ)

ان تمام مثالوں میں (ال) جنسی ہوگا۔ اور اس (ال) کو کسی

شے کی ماہیت اور حقیقت کے ساتھ بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

(ال) استغراقی کی دو قسمیں ہیں۔ کیونکہ استغراق یا تو افراد

کی حقیقت کے اعتبار سے ہوگا یا افراد کی صفات اعتبار سے۔

پہلے کی مثال جیسے (وخُلِقَ الانسانُ ضعیفاً) یعنی انسان کی

جنس میں سے ہر ایک ضعیف ہے۔ دوسرے کی مثال جیسے (انتَ الرجلُ)

یعنی وہ انسان جو آدمیوں کی تمام محمودہ صفات کا جامع ہو۔

پہلے کا ضابطہ یہ ہے کہ حقیقت کے اعتبار سے (ال) کی جگہ کل رکھنا

صحیح ہو۔ یعنی اگر یہ کہا جائے کہ (وخُلِقَ کلُّ انسانٍ ضعیفاً) تو یہ

حقیقت کے اعتبار سے صحیح ہوگا۔

دوسرے کا ضابطہ یہ ہے کہ مجازاً (ال) کی جگہ کلّ رکھنا صحیح ہو

یعنی اگر یہ کہا جائے (انت کلُّ رجلٍ) تو یہ مبالغہ کے طور پر صحیح

ہوگا۔

جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (کُلُّ الصَّیْدِ فِی جَوْفِ الفَرَا)

اور شاعر کا قول ہے:

اللہ تعالیٰ پر یہ عجیب نہیں ہے کہ وہ عالم کو ایک فرد میں جمع کر دے

"لَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکَرٍ ۔۔۔ اَنْ یَجْمَعَ الْعَالَمَ فِیْ وَاحِدٍ"

جیسا حمیر کی لغت کے مطابق ام کا ال کے معنی میں ہونا

حمیر کی لغت کے مطابق ال کے لام کو میم میں بدلنا جائز ہے

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی لغت کے مطابق کلام کیا ہے

جیسے حدیث پاک ہے: (لَیْسَ مِنْ اَمْبِرِّ اَمْصِیَامُ فِیْ اَمْسَفَرِ)

اور اس پر شاعر کا قول ہے

ذَاکَ خَلِیْلِیْ وَذُوْ یُوَاصِلُنِیْ ۔۔۔ یَرْمِیْ وَرَائِیْ بِامْسَہْمِ وَامْسَلِمَہ

وہ میرا دوست ہے اور مجھ سے تعلق جوڑتا ہے۔ اور وہ میرے پیچھے تیروں اور پتھروں سے دفاع کرتا ہے۔

31-08-2016 3:00 Pm

معرفہ کی طرف مضاف

معرفہ کی چھٹی قسم وہ اسم ہے جو ضمیر، علم، اسم اشارہ، اسم موصول یا معرف باللام میں سے کسی کی طرف مضاف ہو جیسے علی غُلَامِیْ، غلام زید، غُلَامُ ھٰذَا، غُلَامُ الَّذِیْ فِی الدَّارِ، غُلَامُ الْقَاضِیْ۔

تعریف میں اس کا

رتبہ مضاف الیہ کے رتبہ کی طرح ہوتا ہے پس وہ اسم جو علم کی طرف مضاف ہو وہ علم کے رتبے میں ہوگا۔ پس وہ اسم جو اشارہ کی طرف مضاف ہو وہ اسم اشارہ کے رتبے میں ہوگا۔ اسی طرح باقی ہیں سوائے اس اسم کے جو ضمیر کی طرف مضاف ہو۔ پس الیہ اسم

ضمیر کے رتبے میں نہیں ہوگا بلکہ وہ علم کے رتبہ میں گا۔ اور اسکی دلیل یہ ہے کہ جیسے مَرَرتُ بِزَیدٍ صَاحِبِکَ اس مثال میں (عالم) العالم کو ایسے اسم کے ساتھ متصف کیا گیا ہے جو کہ ضمیر کی طرف مضاف ہے۔ اگر یہ ضمیر کے رتبے میں ہو تو صفت موصوف سے زیادہ اعرف ہو جائے گی۔ اور صحیح مذہب کے مطابق یہ جائز نہیں ہے۔

المبتدأ والخبر

"مبتدا اور خبر کی تعریف اور ان کا حکم"

مبتدا:

وہ اسم ہے جو اسناد کے لیے عوامل لفظیہ سے خالی ہو۔

اسم سے

مراد جنس ہے جو صریح کو شامل ہے جیسے زید درج ذیل مثال میں زَیدٌ قَائِمٌ اور یہ مؤول کو بھی شامل ہے جیسے وَأَن تَصُومُوا اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں "وَأَن تَصُومُوا خَیرٌ لَّکُم" کیونکہ یہ مبتدا ہے اور اسکے بارے میں خبر کے ساتھ خبر دی جا رہی ہے اور المجرد کی قید سے (کَانَ زَیدٌ عَالِمًا) میں سے زَیدٌ نکل گیا کیونکہ یہ عوامل لفظیہ سے خالی نہیں ہے جیسے درج ذیل اعداد واحد، اثنان، ثلاثہ کیونکہ اگرچہ یہ عوامل لفظیہ سے خالی ہیں لیکن ان کے ساتھ کوئی اسناد نہیں

للاسناد کی

قید کے تحت وہ اسم بھی داخل ہو گا جب مبتدا کی طرف اسکے مابعد کی اسناد ہو جیسے زَیدٌ قَائِمٌ اور وہ اسم بھی داخل ہو گا جب مبتدا کی اسکے مابعد کی طرف اسناد ہو جیسے أَقَائِمٌ الزَّیدَانِ

مبتدا لیا تو فاعل

خبر۔ اور خبر سے مراد وہ مسند اسم ہے جو

فائدہ دے۔ (اَقَائِمٌ الزَّيْدَانِ) سے

اور مسند کی قید سے فاعل فائدہ دے سکتا ہے

فاعل نکل گیا۔ اگرچہ مبتدا کے ساتھ مل کر فاعل

لیکن یہ مسند الیہ ہے نہ کہ مسند۔ اور مع المبتدا کی قید سے قائم زید

میں سے قائم نکل گیا۔ مبتدا اور خبر کا حکم یہ ہے کہ یہ مرفوع ہوتے ہیں

"نکرہ کا مبتدا واقع ہونا"

مبتدا میں اصل یہ ہے
کہ وہ معرفہ ہو نہ کہ نکرہ۔ کیونکہ نکرہ اکثر اوقات مجہول ہوتا ہے اور
مجہول کا حکم یہ ہے کہ یہ کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اگر نکرہ عام ہو یا خاص ہو تو پھر
مبتدا نکرہ بھی ہو سکتا ہے۔ نکرہ عام کی مثال مَا رَجُلٌ فِي الدَّارِ
أَإِلٰهٌ مَعَ اللّٰهِ ان دونوں مثالوں میں مبتدا عام ہے کیونکہ نکرہ
سیاق نفی اور سیاق استفہام میں واقع ہوا ہے۔ نکرہ خاص کی
مثال وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد خَمْسُ صَلَوَاتٍ كَتَبَهُنَّ اللّٰهُ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ ان دونوں
مثالوں میں مبتدا خاص ہے۔ کیونکہ یہ آیات میں موصوف بن رہا ہے
ہے اور حدیث میں مضاف۔

بعض نحویوں نے مبتدا کے نکرہ ہونے کی
چند صورتیں ذکر کی ہیں۔ بعض متاخرین نے اسکی تیس
سے زیادہ جگہیں بیان کی ہیں۔ بعض نحویوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ سب کی
سب خصوص اور عموم کی طرف لوٹتی ہیں۔

خبر جو جملہ واقع ہوتی ہے

کبھی خبر ایسا جملہ واقع ہوتی ہے جو درج ذیل چار روابط میں سے کسی ایک

رابطے سے مبتدا کے ساتھ مربوط ہوتا ہے۔

پہلا رابطہ ضمیر ہے۔ اور یہ رابطے میں اصل ہے۔ جیسے (زَيْدٌ أَبُوهُ قَائِمٌ)

اس مثال میں زید مبتدا ہے (ابوہ) مبتدا ثانی ہے اور ھا ضمیر مضاف الیہ ہے

قائم مبتدا ثانی کی خبر ہے اور مبتدا ثانی اپنی خبر کے ساتھ ملکر پہلے مبتدا کی خبر ہے۔

اور ان دونوں کے درمیان رابطہ ضمیر ہے۔

دوسرا رابطہ اشارہ ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے (وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ)

اس مثال میں لباس مبتدا ہے اور تقوی مضاف الیہ ہے۔ اور ذلک مبتدا ثانی ہے

اور خیر مبتدا ثانی کی خبر ہے۔ مبتدا ثانی اپنی خبر کے ساتھ ملکر پہلے مبتدا کی خبر ہے۔

اور ان دونوں کے مابین رابطہ اسم اشارہ ہے۔

تیسرا رابطہ مبتدا کا انہیں الفاظ کے ساتھ اعادہ ہے۔ جیسے (الْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ)

اس مثال میں الحاقۃ مبتدا اول ہے۔ اور ما مبتدا ثانی ہے اور الحاقۃ مبتدا ثانی

کی خبر ہے۔ مبتدا ثانی اپنی خبر کے ساتھ ملکر مبتدا اول کی خبر ہے۔ اور ان دونوں

کے درمیان رابطہ مبتدا کا انہیں الفاظ کے ساتھ اعادہ ہے۔

چوتھا رابطہ عموم ہے۔ جیسے (زَيْدٌ نِعْمَ الرَّجُلُ) زید مبتدا ہے۔ نعم الرجل

جملہ فعلیہ اسکی خبر ہے اور ان دونوں کے درمیان رابطہ عموم ہے۔ اور یہ اس

وجہ سے کہ الرجل پر جو (ال) داخل ہے وہ عموم کے لیئے ہے۔ اور زید اس

کے افراد میں سے ایک فرد ہے۔ پس یہ عموم میں داخل ہوگیا۔ اور ربط حاصل ہوگیا

اور یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں جب جملہ معنی میں نفس مبتدا نہ ہو

اگر ایسا ہو تو اسے رابطے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ)

ھو مبتدا ہے اور اللہ احد مبتدا ثانی اور اس کی خبر ہے اور یہ جملہ پہلے مبتدا کی خبر ہے۔

اور یہ جملہ اس کے ساتھ مربوط ہے کیونکہ یہ جملہ معنی میں نفس مبتدا ہے

کیونکہ ھو ضمیر شان ہے۔ اور جملہ بذات خود نفس شان ہے۔ جیسے حدیث مبارکہ ہے (أَفْضَلُ مَا قُلْتُهُ أَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِي لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ)

☆ خبر جو شبہ جملہ واقع ہوتی ہے۔

کبھی خبر ظرف منصوب واقع ہوتی ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے (وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ) اور کبھی خبر جار مجرور واقع ہوتی ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے (الحمد للہ رب العالمین) جب ظرف اور جار مجرور خبر واقع ہوتے ہیں تو اس وقت دونوں کسی فعل یا شبہ فعل کے متعلق ہوتے ہیں جو وجوبا محذوف ہوتا ہے۔ پہلے قول (شبہ فعل) کو بصریوں نے اختیار کیا ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ محذوف حقیقت میں خبر ہوتی ہے اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ مفرد اسم ہو۔ اور دوسرے قول (فعل محذوف) کو اخفش، فارسی اور زمخشری نے اختیار کیا ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ محذوف لفظ ظرف میں اور محل جار مجرور میں نصب کا عمل کرتا ہے۔ اور عامل میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل ہو۔

☆ زمان کے ساتھ ذات کے بارے میں خبر نہیں دی جاتی

ظرف کی دو قسمیں ہیں۔ زمان اور مکان۔ اور مبتدا کی دو قسمیں ہیں (۱) جوہر جیسے زید اور عمر (۲) عرض جیسے قیام اور قعود اور اگر ظرف مکان ہو تو اس کے ساتھ جوہر اور عرض کی خبر دینا صحیح ہے۔ جیسے (زَيْدٌ أَمَامَكَ) اور (الخَيْرُ أَمَامَكَ) اور اگر ظرف زمان ہو تو اس کے ساتھ صرف عرض کی خبر دینا صحیح ہے نہ کہ جوہر کی۔ جیسے (الصَّوْمُ اليَوْمَ) اور یہ کہنا جائز نہیں (زَيْدٌ اليَوْمَ) اور اگر عربوں کے کلام سے ایسی مثال ملے تو اس کی تاویل ضروری ہے جیسے عربوں کا قول (اللَّيْلَةَ الهلال) اس مثال میں مضاف حذف ہے۔ اور تقدیر کلام یوں ہے (اللیلة طلوع الهلال)

① جس کی تقدیر مستقر یا استقر ہے

مرفوع الوصف ہونا خبر سے مستغنی کر دیتا ہے

جب مبتدا ایسا وصف ہو جو نفی یا استفہام پر اعتماد کرنے والا ہو تو وہ اپنے مرفوع کے ساتھ مل کر خبر سے مستغنی ہوتا ہے جیسے أقائمٌ الزیدان، ماقائمٌ الزیدان

ان مثالوں میں الزیدان فاعل بالوصف ہے اور کلام خبر سے مستغنی ہے کیونکہ یہاں وصف فعل کی تاویل میں ہے۔ کیونکہ ان کا معنی ہے أیقومُ الزیدان مایقومُ الزیدان اور فعل کے بارے میں خبر دینا صحیح نہیں ہے

فاعل اور مضروب کی مثال اس لیے دی گئی تا کہ معلوم ہو سکے کہ اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کہ وصف فاعل کو رفع دینے والا ہے یا نائب الفاعل ہو نفی کی مثال یہ ہے

خَلِيلَيَّ مَا وَافٍ بِعَهْدِي أَنْتُمَا ... إِذَا لَمْ تَكُونَا لِي عَلَى مَنْ أُقَاطِعُ

اے میرے دو دوستوں تم دونوں میرے وعدے کو وفا کرنے والا نہیں ہو جب تک تم میرے لیے اسکے خلاف نہ ہو جاؤ جس میں قطع تعلق کروں

استفہام کی مثال

أَقَاطِنٌ قَوْمُ سَلْمَى أَمْ نَوَوْا ظَعَنَا ... إِنْ يَظْعَنُوا فَعَجِيبٌ عَيْشُ مَنْ قَطَنَا

کیا سلمیٰ کی قوم پڑھاؤ ڈالنے والی ہے یا انہوں نے کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اگر وہ کوچ کر جائیں تو اس شخص کی زندگی عجیب ہے جو پڑھاؤ ڈالے

03-09-2016 3:15 Pm

خبر کا زیادہ ہونا

جائز ہے کہ مبتدا کے بارے میں ایک ہی خبر دی جائے اور یہی اصل ہے۔ اسکی مثال جیسے زیدٌ قائمٌ اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک سے زیادہ خبریں دی جائیں جیسے وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ بعض کوفیوں نے اس سے استدلال (خیال) کیا ہے کہ خبر کا زیادہ ہونا جائز نہیں

اس لیے انہوں نے سابقہ آیات میں پہلی خبر کے علاوہ ہر خبر میں مبتدا کو مقدر (سے پہلے)

مانا ہے۔ یعنی وھو الودود وھو ذو العرش اور نحویوں نے عدم تعدد

پر اجماع کیا ہے جیسے زید شاعر و کاتب، الزیدان شاعر و کاتب،

ھذا حلو حامض کیونکہ ان تمام مثالوں میں حقیقت میں کوئی تعدد

نہیں ہے۔ جہاں تک پہلی مثال کا تعلق ہے اس میں پہلی خبر سے دوسری مطابق

جہاں تک دوسری مثال کا تعلق ہے تو اس میں دونوں شخصوں میں سے ہر ایک کو

خبر واحد سے خبر دی جا رہی ہے۔ جہاں تک تیسری مثال کا تعلق ہے تو اس

میں دونوں خبریں ایک ہی خبر کے معنی میں ہیں [illegible] وہ کیونکہ معنی

یہ ہے ھذا مز

خبر کا مبتدا سے پہلے جوازاً ہونا یا وجوباً ہونا

کبھی خبر کو مبتدا پر

جوازاً مقدم کیا جاتا ہے اور کبھی وجوباً پہلے کی مثال فی الدار زید اور اللہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد سلام ھی، وآیۃ لھم اللیل۔ دونوں آیتوں میں مقدم

کو مبتدا اور مؤخر کو خبر نہیں بنایا گیا کیونکہ اس سے معرفہ اسم کا نکرہ کی خبر

دینا لازم آتا ہے۔

وجوباً کی مثال جیسے فی الدار رجل، این زید، علی التمرۃ

مثلھا زبدا۔ ان مثالوں میں خبر کی تقدیم واجب ہے۔ کیونکہ پہلی مثال

میں اسکی تاخیر خبر کو صفت کے ساتھ مشتبہ ہونے کا تقاضا کرتی ہے

کیونکہ نکرہ کا وصف کو طلب کرنا شدید خواہش کو اسکے ساتھ خاص کرتا ہے۔

پس ضرورتاً اسکی تقدیم کا التزام کیا گیا تاکہ کوئی وہم نہ رہے۔ دوسری مثال

میں اس کلمہ کا صدارت سے نکلنا لازم آتا ہے جو کہ صدر کلام کا تقاضا کرتا ہے

اور وہ استفہام ہے۔

اور تیسری مثال میں خبر کا متاخر ہے لمثالا لان اکتاب لفظا او مبتدا

مبتدا اور خبر کا حذف

مبتدا اور خبر میں سے ہر ایک کو حذف کر دیا جاتا ہے ایسی دلیل کی وجہ سے جو اس پر دلالت کرے۔ اور پہلی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمُ النَّارُ یعنی هی النار

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد سورۃٌ اَنْزَلْنٰهَا یعنی هذه سورۃٌ

دوسری مثال جیسے

اُكُلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا یعنی دائم اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ

یعنی اَمِ اللہ اعلم۔

کبھی ان دونوں کا حذف جمع ہو جاتا ہے دوسرے کے باقی رہنا ساتھ جیسے سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ میں سلامٌ مبتدا ہے اسکی خبر محذوف ہے یعنی سَلٰمٌ علیکم۔ قومٌ خبر ہے اسکا مبتدا محذوف ہے یعنی انتم قومٌ

05-09-2016 3:00 Pm

خبر کو وجوبا حذف کرنا ☆

چار مسائل میں خبر کو حذف کرنا واجب ہے

پہلا مسئلہ:

لولا کے جواب سے پہلے جیسے لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ یعنی لولا انتم صددتمونا عن الهدی اس دلیل کے ساتھ کہ اسکے بعد نَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الهُدٰی بعد اذ جاءکم ہے۔

دوسرا مسئلہ:

صریح قسم کے جواب سے پہلے جیسے لعمرك انهم

نفی بنکر نہم بکم مفعل یعنی لعمرک یمینی او قسمی لعمرک

کا ذکر کر کے لفظ عبد اللہ سے احتراز کیا کیونکہ یہ قسم اور بغیر قسم دونوں

میں استعمال ہوتا ہے۔ قسم کی مثال جیسے (عبد اللہ لافعلن) اور بغیر قسم کی

مثال (عبد اللہ یحب الوفاء بہ) اسی لیے پہلی مثال میں خبر کو ذکر کرنا جائز

ہے یعنی (علی عہد اللہ)

تیسرا مسئلہ:

اس حال سے پہلے جبکا مبتدا کی خبر ہونا ممتنع ہو جیسے

(ضربی زیداً قائماً) اسکا اصل یہ ہے کہ ضربی زیداً حاصل اذا کان قائماً

حاصل خبر ہے اور اذا ظرف خبر کے لیے ظرف ہے جو کان تامہ کی طرف

مضاف ہے۔ اور اسکا فاعل اسمیں مستتر ہے۔ اور وہ مصدر کے مفعول

کیطرف لوٹ رہی ہے اور قائماً اس سے حال ہے۔ اور اس حال کا مبتدا

کی خبر ہونا صحیح نہیں لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا ضربی قائم کیونکہ ضرب کو

قیام کیساتھ موصوف نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جیسے اسی طرح یہ مثالیں

(اکثر شربی السویق ملتوتاً) و (اخطب ما یکون الامیر قائماً) اسکی تقدیر

یہ ہے (حاصل اذا کان ملتوتاً او قائماً)

چوتھا مسئلہ:

ایسی واو مصاحبت کے بعد جو صریح ہو جیسے (کل

رجل و ضیعتہ) یعنی (کل رجل مع ضیعتہ مقرونان) جو چیز

اقتران پر دلالت کر رہی ہے وہ واو میں معیت کا معنی ہے

مبتدا اور خبر کے نواسخ انکی انواع اور انکے احکام

نواسخ ، ناسخ کی جمع ہے اور لغت میں نسخ کا معنیٰ زائل کرنا ہے۔ جیسے
نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب سورج سائے کو زائل
کر دے۔ اور اصطلاح میں ناسخ سے مراد وہ چیز ہے جو مبتدا اور خبر کے حکم
کو رفع کر دے۔ اسکی تین انواع ہیں پہلی قسم وہ ہے جو مبتدا کو رفع اور
خبر کو نصب دیتی ہے اور یہ کانَ اور اسکے اخوات ہیں دوسری قسم وہ
جو مبتدا کو نصب اور خبر کو رفع دے یہ اِنَّ اور اسکے اخوات ہیں تیسری
قسم جو دونوں کو نصب دے جیسے ظَنَّ اور اسکے اخوات ہیں۔

کان کے
پہلے باب
کے دونوں معمولوں میں سے پہلے کو اسم یا فاعل کا نام دیا جاتا ہے اور
دوسرے کو خبر کا اسم یا مفعول کا نام دیا جاتا ہے۔ اِنَّ کے دوسرے باب کے
دو معمولوں میں سے پہلے کو اِنَّ کا اسم اور دوسرے کو خبر کہتے ہیں
ظَنَّ کے باب کے دونوں معمولوں میں سے پہلے کو مفعول اول اور دوسرے کو
مفعول ثانی کہتے ہیں

کانَ اور اسکے اخوات

اس کے تیرہ الفاظ ہیں اور انکی
تین قسمیں ہیں۔

1 جو بلا شرط مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور یہ آٹھ ہیں کانَ، امسیٰ،
اَصبحَ، اضحیٰ، باتَ، ظَلَّ، صارَ، لیس

2 جو مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ
اس سے پہلے نفی یا شبہ نفی ہو اور یہ چار ہیں زالَ، فتیٔ،
برحَ، انفکَّ، نفی کی مثال جیسے (ولا یزالون مختلفین) (لن نبرح علیہ
عاکفین)

۴۴

اور شرط سے مرادنہی اور دعا ہے بعد کی مثال

صاح شمر ولا تزل ذاکر الموت فنسیانہ ضلال مبین

ترجمہ۔ اے دوست جاری کر اور موت کو ہمیشہ یاد کر کیونکہ موت کو بھولنا کھلی گمراہی ہے۔

دوسرے کی مثال

اَلا یا اسلمی یا دار میّ علی البلی ولا زال منھلاً بجرعائک القطر

ترجمہ۔ اے امیہ کے گھر تو ٹوٹ پھوٹ سے سلامت رہے اور بارش ہمیشہ تیری ریتلی زمین کو سیراب کرتی رہے۔

۳

جو اس شرط کے ساتھ عمل کرتا ہے کہ اس سے پہلے ما مصدریہ ظرفیہ ہو اور وہ دام ہے جیسے (واوصانی بالصلاۃ والزکاۃ مادمت حیاً) یعنی (مدۃ دوامی حیاً) اس ما کو مصدریہ کہتے ہیں کیونکہ یہ مصدر کے ساتھ مقدر ہے اور وہ دوام ہے۔ اور اسکو ظرفیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ ظرف کے ساتھ مقدر ہوتا ہے اور وہ مدت ہے۔

06-09-2016 3:15 Pm

خبر کا فعل اور اسم کے درمیان جائز ہونا۔

اس باب میں جائز ہے کہ خبر کو اسم اور فعل کے درمیان لایا جائے جس طرح فاعل کے باب میں جائز ہے کہ مفعول کو فاعل پر مقدم کیا جائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد جیسے (وکان حقاً علینا نصر المؤمنین) (اکان للناس عجباً ان اوحینا) (لیس البرَّ ان تولوا وجوھکم) حمزہ اور حفص نے البر کو نصب کے ساتھ پڑھا اور شاعر نے کہا

سَلِی اِنْ جَھِلتِ النَّاسَ عَنَّا وعَنْھُمْ فَلَیْسَ سَوَاءً عَالِمٌ وَجَھُوْلُ

ترجمہ۔ اگر تو ناواقف ہے تو لوگوں سے ہمارے بارے میں اور انکے بارے میں سوال کر لے جاننے والا اور نہ جاننے والا برابر نہیں ہوتے

کسی دوسرے نے کہا

لا طیبَ لِلعَیشِ ما دامَتْ مُنَغَّصَۃً   لَذّاتُہُ بِادِّکارِ المَوتِ والھَرَمِ

ترجمہ:

اس زندگی کی کوئی راحت نہیں جب تک اسکی لذات کو موت اور بڑھاپے کو یاد کرنے کے ساتھ مکدّر کر دیا گیا ہو (اکھڑا)

ابن درستویہ نے لیس کی

خبر کو مقدم کرنے سے منع کیا ہے ابن معطی نے اپنی الفیہ میں دام کی خبر کو مقدم کرنے سے منع کیا ہے۔ جبکہ شواہد انکے خلاف حجت ہیں

خبر کو فعل اور اسم پر مقدم کرنا

خبر کے تین احوال ہیں

نمبر ۱: خبر کا فعل اور اسکے اسم سے مؤخر کرنا اور یہی اصل ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد (وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیراً)

نمبر ۲: خبر کا فعل اور اسم کے درمیان لانا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد (وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِینَ)

نمبر ۳: خبر کو فعل اور اسکے اسم سے مقدم کرنا جیسے عَالِماً کَانَ زَیْدٌ اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پاک ہے (أَھٰؤُلَاءِ إِیَّاکُمْ کَانُوا یَعْبُدُونَ)

اس مثال میں ایاکم یعبدون کا مفعول ہے جو کہ کَانَ سے مقدم ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ معمول کا مقدم ہونا عامل کے مقدم ہونے کا جواز فراہم کرتا ہے۔ اور یہ لیس اور دام کی خبر میں ممتنع ہے۔

دام کی خبر میں اسکا ممتنع ہونا

بالاتفاق ہے کیونکہ جب آپ کہیں لا اُصَاحِبُکَ مَا دَامَ زَیْدٌ صَدِیقاً پھر آپ خبر کو دام سے مقدم کریں تو اس سے صلہ کے معمول کا

موصول حرفی ہے جو صلہ

موصول سے مقدم ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ یہ ما موصول حرفی ہے جو مصدر کے

ساتھ مقدر ہوتا ہے۔ اور اگر آپ خبر کو دام سے مقدم کریں تو کرنے

سے تو موصول حرفی اور اسکے صلہ کے درمیان فاصلہ لازم آتا ہے اور یہ

جائز نہیں ہے لہذا یہ نہیں کہا جا سکتا (یُعجِبُنِی مِمَّا زَیدًا تُضرِبُ)

بلکہ یہ ال کے علاوہ صرف موصول اسمی میں جائز ہے۔ جیسے (جَاءَنِي الذی

زیدًا ضَرَبَ) اور جَاءَ الضَّارِبُ زَیدًا میں یہ جائز نہیں کہ زید کو

ضارب سے مقدم کیا جائے۔

خبر کا لیس کی خبر میں اسکا ممتنع ہونا

اسکو کوفیوں نے مبرد اور ابن سراج نے اختیار کیا ہے اور یہی صحیح

ہے۔ کیونکہ ایسی کوئی مثال نہیں سنی گئی کہ عربوں نے کیا ہو ذاهبًا لَسْتُ

کیونکہ یہ فعل جامد ہے اور یہ عَسٰی کے مشابہ ہے اور اسکی خبر کو

بالاتفاق مقدم نہیں کیا جاتا۔ فارسی اور ابن جنی اسکے جواز کی

طرف گئے ہیں۔ ان دونوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ (أَلَا يَومَ

يَأتِيهِم لَيسَ مَصرُوفًا عَنهُم) کیونکہ یَومَ مصروفًا کے متعلق ہے

اور یہ لیس سے مقدم ہے۔ اور قاعدہ ہے یہ کہ معمول کا مقدم ہونا عامل

کے مقدم ہونے کا جواز فراہم کرتا ہے اور اسکا جواب یہ ہے کہ عربوں

نے ظروف میں ایسی وسعت اختیار کی ہے جو کسی اور میں نہیں

کی ان کے علاوہ سیبویہ سے اسکے جواز اور منع دونوں اقوال

منقول ہیں۔

(کان، أمسی، أصبح، أضحی اور ظل") میں یہ جائز ہے کہ یہ صار کے معنی میں استعمال ہوں۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَاءً مُنْبَثًّا وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً) اور (فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا) اور (ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا)

شاعر نے کہا:

أَمْسَتْ خَلَاءً وَأَمْسَى أَهْلُهَا احْتَمَلُوا أَخْنَى عَلَيْهَا الَّذِي أَخْنَى عَلَى لُبَدِ

ترجمہ: امید کا گھر خالی ہو گیا اور اس کے رہنے والے کوچ کر گئے اس کو برباد کر دیا اس چیز نے جس نے گدھ کو برباد کیا

دوسرے شاعر نے کہا:

أَضْحَى يُمَزِّقُ أَثْوَابِي وَيَضْرِبُنِي أَبَعْدَ شَيْبِي يَبْغِي عِنْدِيَ الْأَدَبَا؟

ترجمہ: وہ میرے کپڑے پھاڑتا رہا اور مجھے مارتا رہا کیا میرے بڑھاپے کے بعد وہ میرے پاس ادب کی تلاش میں آیا؟

اس باب میں (فتئ، زال اور لیس) کے علاوہ باقی افعال کا تامہ مستعمل ہونا جائز ہے۔ تامہ کا معنی یہ ہے کہ فعل اپنے مرفوع کے ساتھ مل کر منصوب سے مستغنی ہو۔ (یعنی فعل اپنے فاعل کے ساتھ مل کر مکمل جملہ بن جائے اور اسے مفعول کی ضرورت نہ ہو) جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ) اور (فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ) اور (خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ)

شاعر نے کہا:

تَطَاوَلَ لَيْلُكَ بِالْإِثْمِدِ وَبَاتَ الْخَلِيُّ وَلَمْ تَرْقُدِ

وَبَاتَ وَبَاتَتْ لَهُ لَيْلَةٌ كَلَيْلَةِ ذِي الْعَائِرِ الْأَرْمَدِ

وَذَلِكَ مِنْ نَبَإٍ جَاءَنِي وَخُبِّرْتُهُ عَنْ بَنِي الْأَسْوَدِ

اور رات گزر گئی جبکہ تو نہیں سویا

اثمد کے مقام پر تیری رات لمبی ہو گئی اور رات گزاری جیسے آشوب چشم

اس نے رات گزاری اور رات نے اس کے لیئے رات گزاری جیسے آشوب چشم

والے کی رات گزرتی ہے۔ اور یہ سب اس خبر کی وجہ سے ہوا جو میرے پاس

آئی اور مجھے بنی اسود کے بارے میں خبر دی گئی۔

تامہ کی تفسیر جو بیان کی گئی ہے وہی (یہی) صحیح ہے۔ اکثر بصریوں کے نزدیک

ان افعال کے تامہ ہونے سے مراد ان کا حدث اور زمان پر دلالت کرنا ہے

اور اسی طرح وہ افعال جو خبر کو نصب دیتے ہیں ان کے ناقص ہونے میں

اختلاف ہے۔ کہ انہوں نے انہیں ناقص کا نام کیوں دیا گیا؟ اس کی وجہ یہ ہے

کہ یہ افعال فاعل پر اکتفا نہیں کرتے۔ اور اکثر نحویوں کے قول کے مطابق

انہیں ناقص اس لیئے کہا جاتا ہے کہ یہ حدث اور زمان پر دلالت نہیں کرتے

اور پہلا قول صحیح ہے۔

کان کی تین اقسام ہیں۔

(۱) ناقصہ: یہ مرفوع (فاعل) اور منصوب (مفعول) کا محتاج ہوتا ہے جیسے

(کَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا)

(۲) تامہ: یہ صرف مرفوع (فاعل) کا محتاج ہوتا ہے نہ کہ منصوب (مفعول) کا جیسے

(وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ)

(۳) زائدہ: یہ مرفوع (فاعل) اور منصوب (مفعول) دونوں کا محتاج نہیں ہوتا۔

اس کے زائدہ ہونے کی دو شرائط ہیں۔ (۱) کہ یہ ماضی کے لفظ کے ساتھ ہو (۲) یہ دو ایسی

چیزوں کے درمیان آئے جو ایک دوسرے کو لازم ہوں سوائے جار مجرور کے۔ جیسے (ما کان

احسن زیدا) اس کی اصل (ما احسن زیدا) ہے۔ کان اور ما کے درمیان ما اور فعل

تعجب کے درمیان کان کا اضافہ کر دیا گیا۔ اس کے زائدہ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ یہ بالکل

کسی معنی پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس کے زائدہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اسے اسناد کے لیئے نہیں لایا جا

کان کچھ امور کے ساتھ مختص ہے۔ ان میں سے ایک اس کا زائدہ آنا ہے۔
اور ان میں سے ہی ایک اس کے آخر کے حذف کا جائز ہونا ہے۔ اس کے لیے اس
کی پانچ شرائط ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ (۱) کہ یہ لفظ مضارع کے ساتھ ہو (۲)
یہ مجزوم ہو (۳) اس پر وقف نہ کیا گیا ہو (۴) یہ ضمیر متصل منصوب کے
ساتھ متصل نہ ہو (۵) اور نہ ہی کسی ساکن کے ساتھ متصل ہو۔
اس کی مثال جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے (وَلَمْ اَكُ بَغِيًّا) اس کی اصل اَكُونُ
ہے۔ ضمہ کو حرف جازم (لم) کی وجہ سے حذف کر دیا گیا اور واؤ کو التقائے
ساکنین کی وجہ سے اور پھر نون کو تخفیفاً حذف کر دیا گیا اور یہ حذف جائز ہے۔
اور پہلے دو (ضمہ اور واؤ) کا حذف واجب ہے (حرف جازم "لم" کے داخل
ہونے کی وجہ سے) اور (کان کے آخر کا) حذف (لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ
أَهْلِ الْكِتَابِ) میں جائز نہیں، اس کے ساتھ ساکن کے متصل ہونے کی وجہ سے
اور اسی وجہ سے اس کا آخر مکسور ہے۔ اور حرکت کے ساتھ قوت ملنے کی وجہ سے
اس کے آخر کا حذف غلط ہے۔ اور نہ ہی (اس کے آخر کا حذف) (إِنْ يَكُنْهُ
فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ) میں جائز ہے، اس کے ساتھ ضمیر منصوب کے متصل ہونے
کی وجہ سے۔ اور ضمائر اشیاء کو ان کے اصل کی طرف لوٹا دیتی ہیں۔ اور نہ ہی
اس پر وقف کی صورت میں اس کے آخر کا حذف جائز ہے اور اس بات پر اس
حروف نے نص وارد کی ہے اور یہی حسن ہے۔ کیونکہ وہ فعل جس پر وقف کیا
جائے جب اس پر حذف داخل ہو یہاں تک کہ ایک یا دو حرفوں پر وہ باقی رہے
تو اس پر ہائے سکت کے ساتھ وقف واجب ہے۔ مثال کے طور پر جیسے آپ
کہیں "عِهْ" اور "لم تعِهْ"۔ پس "لم تكُ" "لم يعِ" کے قائم مقام ہے۔
پس اس پر وقف کرنا اس حرف کے اعادہ کے ساتھ جو اس میں تھا اولیٰ ہے حرف
لم یکن لانے سے۔

اور "لم یع" میں اس کی مثل نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس میں "ی" ...
کرنے سے حرف جازم کا الغاء لازم آتا ہے۔ بخلاف "لم یکن" کے، کیونکہ
جازم ضمہ کے حذف کا تقاضا کرتا ہے نہ کہ نون کے حذف کا

کان کی خصوصیات میں سے ایک اس کا حذف ہے۔ ایسی صورت میں
کی دو حالتیں ہیں۔ کبھی تو اس اکیلے کو حذف کیا جاتا ہے اور اس کے اسم اور
باقی رہتے ہیں۔ اور اس کے عوض میں "ما" لایا جاتا ہے۔ اور کبھی اس
کے اسم کے ساتھ حذف کر دیا جاتا ہے اور اس کی خبر باقی رہتی ہے۔ اور اس کے
عوض کوئی چیز نہیں لائی جاتی۔
پہلی صورت (یعنی اکیلے کان کا حذف) ہر اس جگہ میں "اَن مصدریہ" کے بعد ...
ہے جس میں فعل کی فعل کے ساتھ تعلیل کا ارادہ کیا جائے۔ جیسے عربوں کا قول
(أَمَّا أَنْتَ مُنْطَلِقًا انْطَلَقْتُ) اس کی اصل انطلقتُ لأَن كُنْتَ منطلقًا
ہے۔ لام اور اس کے مابعد کو فعل سے مقدم کر دیا گیا، اس کے ساتھ اہتمام کی
وجہ سے یا اختصاص کا قصد کرنے کی وجہ سے۔ تو یہ لأَن كُنْتَ منطلقًا انطلقتُ
بن گیا۔ پھر لام کو اختصار کے طور پر حذف کر دیا گیا جس طرح اسے قیاسًا اَن
سے حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ
يَّطَّوَّفَ بِهِمَا) یعنی "فی ان یطوف بہما" پھر کان کو بھی اختصار کے
طور پہ حذف کر دیا گیا اور ضمیر کو علیحدہ ذکر کر دیا۔ تو یہ أَنْ أَنْتَ بن گیا
پھر کان کے عوض "ما" کا اضافہ کر دیا گیا تو یہ اَن ما اَنْتَ ہو گیا
پھر نون کو میم میں مدغم کر دیا گیا۔ تو یہ أَمَّا أَنْتَ بن گیا۔
اور اس پر عباس بن مرداس کا قول ہے:

أَبَا خُرَاشَةَ أَمَّا أَنْتَ ذَا نَفَرٍ فَإِنَّ قَوْمِيَ لَمْ تَأْكُلْهُمُ الضَّبُعُ

"اے ابو حراشہ تو چاہے بہت سے لشکروں والا ہے (لیکن) میری قوم بھی ایسی نہیں ہے کہ انہیں بجو کھا جائیں"

اس کی اصل لأن كُنتَ ہے

دوسری صورت (کان کا اسم سمیت حذف)

یہ صورت اِن اور لو شرطیہ کے بعد ہوتی ہے اِن کے بعد اس کی مثال جیسے عربوں کا قول ہے (المرءُ مقتولٌ بما قتَل به، إن سيفاً فسيفٌ، وإن خنجراً فخنجرٌ) اور (النَّاسُ مجزيُّون بأعمالِهم، إن خيراً فخيرٌ، وإن شرًّا فشرٌّ)

اور شاعر نے کہا

لا تقربنَّ الدهرَ آلَ مُطَرِّفٍ   إن ظالماً أبداً وإن مظلوما

"زمانے کے حوادث آل مطرف کے نزدیک بھی نہیں آتے (چاہیے) اگر وہ کبھی ظالم ہو اور اگر تم مظلوم ہو تم ساری عمر آل مطرف کے نزدیک بھی نہ جانا"

یعنی اصل میں یہ ہے: (إن كان ما قتَل به سيفاً فالذي يُقتَلُ به سيفٌ، وإن عملُهم خيراً فجزاؤهم خيرٌ، وإن كنتَ ظالماً وإن كنتَ مظلوماً)

اور لو کے بعد (کان اور اس کے اسم کے حذف کی) مثال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پاک ہے (التمِسْ ولو خاتماً من حديدٍ)

اور شاعر کا قول ہے:

لا يأمنِ الدهرَ ذو بغيٍ ولو مَلِكاً   جنودُه ضاقَ عنها السهلُ والجبلُ

"باغی شخص ہے زمانہ کے امن میں نہیں اگرچہ وہ ایسا بادشاہ ہو جس کے لشکروں سے میدان اور پہاڑ تنگ پڑ جائیں۔"

اصل میں یہ ولو كان ما تلتمس خاتماً من حديد اور ولو كان الباغي ملكاً تھے

11-09-2016 3:00 Pm

ما حجازیہ اور اسکے لیس کیطرح عمل کرنے کی شرائط

نحویوں کے

نزدیک تین حروف نفی لیس کے قائم مقام ہیں اسم کو رفع دینے میں اور

خبر کو نصب دینے میں اور یہ ما، لا اور لات ہیں۔ اور ان میں

سے ہر ایک کے لیے مخصوص کلام ہے۔

نمبر ا:-

حرف ما اور اسکا لیس کیطرح عمل کرنا اور یہ حجازیوں کی لغت

ہے اور یہ قوی لغت ہے اور اسی لغت کے مطابق قرآن اترا اللہ تعالیٰ

ارشاد پاک ہے (مَا هٰذَا بَشَرًا) (مَا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ) اسکے عمل

کی تین شرائط ہیں۔ پہلی یہ کہ اسکا اسم اسکی خبر سے مقدم ہو اور

اسکا اسم اِن زائدہ کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو اور نہ ہی اسکی خبر اِلّا کیساتھ

آئے۔ اسی وجہ سے عربوں کی اس ضرب المثل میں ما کو مہملہ بنایا گیا ہے

جیسے (مَا مُسِيءٌ مَنْ أَعْتَبَ) خبر کو مقدم کرنے کی وجہ سے اسی طرح شاعر

بَنِي غُدَانَةَ مَا إِنْ أَنْتُمُ ذَهَبٌ

وَلَا صَرِيفٌ وَلَكِنْ أَنْتُمُ الْخَزَفُ

ترجمہ:- اے بنی غدانہ تم سونا نہیں ہو نہ ہی چاندی بلکہ تم تو ٹھیکری ہو

اس مثال میں ما مہملہ ہے اسم کے ساتھ اِنْ کے پائے جانے کی وجہ سے

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے (وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ

خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ) (وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ) ان دونوں

مثالوں میں ما مہملہ ہے خبر کے اِلّا کیساتھ ملنے کی وجہ سے

بنو تمیم اسکو

ذرا بھی عاملہ نہیں بناتے اگرچہ یہ تینوں شرائط پوری کرے وہ کہتے ہیں

مَا زَيْدٌ قَائِمٌ اور اسی طرح مَا هٰذَا بَشَرٌ پڑھتے ہیں۔

لا نافیہ اور اسکے لیس کیطرح عمل کرنے کی شرائط

دوسرا حرف جو لیس کیطرح عمل کرتا ہے لا ہے۔ جیسے شاعر کا قول

تَعَزَّ فَلَا شَيْءٌ عَلَى الْأَرْضِ بَاقِيَا

وَلَا وَزَرٌ مِمَّا قَضَى اللّٰهُ وَاقِيَا

ترجمہ۔ تو تسلی رکھ زمین پر کوئی چیز باقی رہنے والی نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے امر سے کوئی جائے پناہ ہے

اسکے عمل کی چار شرائط ہیں۔ پہلی یہ کہ اسکا اسم مقدم ہو اور اسکی خبر الّا کیساتھ ملی ہوئی نہ ہو۔ اسکا اسم اور خبر دونوں نکرہ ہو۔ اور چوتھی یہ کہ یہ شعر میں ہو نہ کہ نثر میں

درج ذیل مثالوں میں اسکو عاملہ بنایا جاتا نہیں (لَا أَفْضَلُ مِنْكَ أَحَدٌ) (لَا أَحَدٌ إِلَّا أَفْضَلُ مِنْكَ) (لَا زَيْدٌ قَائِمٌ وَلَا عَمْرٌو) اسی طرح متنبی نے اپنے اس قول میں غلطی کی ہے

إِذَا الْجُودُ لَمْ يُرْزَقْ خَلَاصًا مِنَ الْأَذَى

فَلَا الْحَمْدُ مَكْسُوبًا وَلَا الْمَالُ بَاقِيَا

ترجمہ۔ جب سخاوت کو احسان جتلانے کی اذیت سے آزاد کر کے نہ کیا جائے اور نہ ہی تعریف کمائی جاتی ہے اور نہ ہی مال باقی رہتا ہے۔

آخری دو شرطوں کی بالخصوص تصریح کی گئی اور پہلی دو شرطوں کو ما پر قیاس کیا گیا کیونکہ ما عمل میں لا سے قوی ہے اسی وجہ سے وہ نثر میں عمل کرتا ہے۔ ما میں یہ شرط لگائی گئی کہ اسکی خبر مقدم نہ ہو اور نہ ہی الّا کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ جہاں تک انکے اسم کے ساتھ ملانے کی شرط کا تعلق ہے تو اسکی یہاں کوئی حاجت نہیں کیونکہ لا کا اسم الّا کیساتھ نہیں ملتا۔

لَاتَ جوکہ لیس کیطرح عمل کرتا ہے اور اسکے عمل کی شرائط

لَاتَ یہ حقیقت میں یہ لا نافیہ ہے جو لیس کیطرح عمل کرتا ہے
اور اس پر تا کا اضافہ کیا گیا ہے تانیث لفظ کے لیے یا مبالغہ کے لیے
اسکے عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ اس کا اسم اور خبر حین کے لفظ اسمائے
ہوں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس کے اسم اور خبر میں سے کوئی ایک
حذف ہو اور غالبًا اسکا اسم محذوف ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا
ارشاد پاک ہے (فَنَادَوا وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ) اسکی تقدیر یہ ہے (فنادی
بعضهم بعضا أن ليس الحينُ حينَ فرار) واللہ اعلم
اور کبھی اسکی
خبر محذوف ہوتی ہے اور اسکا اسم باقی رہتا ہے جیسے بعض نحویوں
کی قرأت ہے (وَلَاتَ حِینُ) انہوں نے اسکو رفع کیساتھ پڑھا ہے

11-09-2016 3:00 Pm

حرف مشبہ بالفعل کے معانی

نواسخ مبتدا اور خبر میں سے دوسری قسم
وہ حروف وہ ہیں جو اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور یہ چھ حروف
ہیں۔ اِنَّ، أَنَّ، كَأَنَّ، لٰكِنَّ، لَعَلَّ، لَيْتَ۔

اِنَّ اور أَنَّ ان دونوں
کا معنی تاکید ہے جیسے آپ کہیں (زَيْدٌ قَائِمٌ) پھر خبر کی تاکید اور تقریر
کے لیے آپ اس پر اِنَّ داخل کر دیں۔ تو آپ کہیں گے اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ
اور اسی طرح أَنَّ ہے۔ مگر اس سے پہلے کسی کلام کا ہونا ضروری ہے جیسے بَلَغَنِي
أَنَّكَ غَنِيٌّ۔ اور اسی طرح لٰكِنَّ ہے اور اسکا معنی استدراک ہے اور استدراک
کا معنی اسکے بعد کلام کا لانا ہے (اس چیز کو دور کرنے کے لیے جسکے ثبوت یا نفی کا وہم پیدا ہو) اصلی ثبوت یا نفی کے وہم کو دور کرنے کے لیے

جیسے کہا جاتا ہے (زیدٌ عالمٌ) اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ وہ نیک ہے پھر آپ
اس کے وہم کو دور کرنے کے لیے کہتے ہیں (لکنہ فاسقٌ) اس طرح آپ
کہتے ہیں (ما زیدٌ شجاعٌ) اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ یہ کریم نہیں
ہے تو اس وہم کو دور کرنے کے لیے آپ کہتے ہیں کہ لکنہ کریمٌ
کأنَّ یہ تشبیہ کے لیے آتا ہے جیسے (کأنَّ زیداً أسدٌ) یا یہ ظن کے لیے آتا ہے
جیسے (کأن زیداً کاتبٌ)۔ لیتَ یہ تمنی کے لیے آتا ہے اور اس سے مراد اس
چیز کو طلب کرنا ہے جسکو کسی طرح نہیں پایا جاتا ہے جیسے شیخ کا قول
(لیتَ الشباب یعودُ یوماً) یا اس سے مراد اس چیز کی طلب ہے
جسمیں مشکل ہو جیسے معدوم الأیس کا قول ہے لیتَ لي قنطاراً
من الذهب۔ لعلَّ یہ ترجی کے لیے آتا ہے ترجی سے مراد اس پوشیدہ
چیز کا حصول ہے جو قریب الحصول ہو جیسے (لعلَّ اللہ یرحمني) یا یہ
اشفاق کے لیے آتا ہے اور اس سے مراد ہے ناپسندیدہ چیز کی توقع کرنا
جیسے (لعلَّ زیداً هالكٌ) یا یہ تعلیل کے لیے آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد
(فقولا لہ قولاً لیناً لعلہ یتذکر) اس آیت کریمہ میں یتذکر لکی یتذکر
کے معنی میں ہے اور اس پر اخفش نے نص وارد کی ہے۔

حروف مشبہ بالفعل کا ما حرفیہ کے ساتھ ملا ہونا

یہ ادوات اسما کو نصب دیتے ہیں اور اخبار کو رفع دیتے ہیں اس شرط
کے ساتھ کہ ان کے ساتھ ما حرفیہ ملا ہوا نہ ہو اگر انکے ساتھ ما حرفیہ ملا
ہوا ہو تو ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے اور انکا جملہ فعلیہ پر داخل کرنا
صحیح ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے (قُل انّما یوحیٰ الیّ انّما الٰهکم الٰهٌ
واحدٌ) اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد (کأنّما یساقون الی الموت)
اسی طرح شاعر کا قول

ولكنّما أسعى لمجدٍ مؤثّلٍ وقد يدرك المجد المؤثّل أمثالي

ترجمہ:۔ لیکن میں دائمی بزرگی کے لیے کوشش کرتا رہوں گا اور میرے جیسے لوگ

ہی دائمی بزرگی کو پاتے ہیں

اسی طرح کسی دوسرے نے کہا

أَعِدْ نَظَراً يَا عَبْدَ قَيْسٍ لَعَلَّمَا أَضَاءَتْ لَكَ النَّارُ الْحِمَارَ الْمُقَيَّدَا

ترجمہ:۔ اے عبد قیس ذرا نظر کو دوڑا شاید آگ تجھے بندھے ہوئے گدھے کو دیکھا

دے

اور الحق ان سے لیت مستثنی ہوتا ہے کیونکہ ما لیساتو متصل

ہونے کے باوجود جملہ اسمیہ پر ان کا عمل باقی رہتا ہے لہذا یہ نہیں کہا جائے

گا لیت ما قام زید اسی وجہ سے نحویوں نے اسکے عمل کو باقی رکھا

ہے۔ اور انہوں نے اسکے اخوات پر محمول کرتے ہوئے اسکو مہملہ بنانے

کی بھی اجازت دی ہے۔ اور شاعر کا قول دونوں وجہوں سے روایت کیا گیا ہے

قَالَتْ: أَلَا لَيْتَمَا هَذَا الْحَمَامُ لَنَا إِلَى حَمَامَتِنَا أَوْ نِصْفُهُ فَقَدِ

ترجمہ:۔ اس نے کہا کاش یہ کبوتر بھی ہمارے کبوتروں کے ساتھ آجاتے یا ان

میں سے آدھے ہی آجاتے تو یہی کافی ہو جاتی

اس شعر میں حمام کو

رفع لیساتو بھی پڑھا گیا ہے اور نصب لیساتو بھی۔ اور ما حرفیہ

کہ کر ما اسمیہ سے احتراز کیا گیا کیونکہ یہ اسکے عمل کو باطل نہیں

کرتا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد (إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ) اس آیت

میں ما اسم ہے جو الذی کے معنی میں ہے۔ اور یہ ان کی وجہ سے محل

نصب میں ہے صنعوا صلہ ہے اور ضمیر عائد محذوف ہے جو کہ ہ ضمیر ہے

اور کید ساحر خبر ہے اور اسکا معنی یہ ہے (إن الذی صنعوہ کید ساحر)

24-09-2016 3:00 Pm

ان مخففہ اور اسکے اہمال اور اعمال کا جواز

ان جب مخففہ

مخففہ کیا جاتا ہے تو اسمیں اسکا اہمال اور اعمال دونوں جائز ہیں مثالِ لیکن اس میں اہمال اور اعمال جائز ہیں جیسا کہ آپکا قول (اِنْ زَیدٌ لَمُنطَلِقٌ) و (اِنْ زَیدًا مُنطَلِقٌ) اور اہمال زیادہ راجح ہے لیکن کے برعکس ارشاد باری تعالیٰ ہے (اِنْ کُلُّ نَفسٍ لَمَّا عَلَیہَا حَافِظٌ) (وَاِنْ کُلٌّ لَمَّا جَمِیعٌ لَدَینَا مُحضَرُونَ) اللہ تعالیٰ کا ارشاد (وَاِنْ کُلًّا لَمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُم رَبُّکَ اَعمَالَهُم) حرمیان اور ابو بکر نے تخفیف اور اعمال کیساتھ پڑھا ہے

لکن مخففہ مہملہ

لکن مخففہ مہمل ہوتا ہے

وجہ۔ اس وجہ سے کہ جملہ اسمیہ کیساتھ اسکا خاص ہونا زائل ہو جاتا ہے جیسے (وَمَا ظَلَمنَاهُم وَلٰکِن کَانُوا هُمُ الظّٰلِمِینَ) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد (لٰکِنِ الرّٰسِخُونَ فِی العِلمِ مِنهُم وَالمُؤمِنُونَ) پس یہ دونوں جملوں پر داخل ہوا

اَنْ مخففہ کا وجوباً عامل ہونا

اَنَّ مفتوحہ کو جب مخففہ کیا جاتا ہے تو یہ اعمال کے وجوب پر باقی رہتا ہے لیکن اسکے اسم میں تین امور واجب ہوتے ہیں پہلا یہ کہ وہ اسم ضمیر ہو ظاہر نہ ہو دوسرا یہ کہ وہ ضمیر شان ہو اور تیسرا کہ وہ محذوف ہو

اور اسکی خبر میں بھی واجب ہے کہ وہ جملہ ہو مفرد نہ ہو پھر اگر وہ خبر جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ ہو اور اسکا فعل جامد ہو یا وہ جملہ فعلیہ ہو اور اسکا فعل متصرف ہو اور اس

(خبر) تو وہ ایسے فاصلے کا محتاج نہیں ہو
حال میں کہ وہ دعا کے معنی میں ہو
جو اَن کو اس سے جدا کرے

جملہ اسمیہ کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد (أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ) اور اسکی تقدیر أَنَّهُ الْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے اور (ہُ) ضمیر شان
امر اور شان ہے پس أَنْ کو مخفف کیا اور اسکا اسم حذف کر دیا اور اسکے
بعد جملہ اسمیہ بغیر فاصلے کے آگیا

ایسے جملہ فعلیہ کی مثال جسکا فعل جامد
جیسے (وَأَنْ عَسٰى أَنْ يَكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ) (وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ
إِلَّا مَا سَعٰى) اور تقدیر أَنَّهُ عَسٰى اور أَنَّهُ لَيْسَ ہے اور اسکی
اور اس جملہ فعلیہ کی مثال جسکا فعل متصرف ہو اور دعا کے معنی میں
جیسے (وَالْخَامِسَةَ أَنْ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهَا) انکی قرأت میں جنہوں نے أَنْ
کو مخفف پڑھا اور ضاد کو کسرہ دی۔

اگر فعل متصرف ہو اور غیر دعا ہو
تو چار چیزوں میں سے کسی ایک کیساتھ اسکی خبر کا أَنْ سے فاصلہ کرنا
واجب ہے اور وہ یہ ہیں قد جیسے (وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا) (لِيَعْلَمَ
أَنْ قَدْ أَبْلَغُوْا) حرف تنفیس جیسے (عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى) حرف نفی
(أَفَلَا يَرَوْنَ أَنْ لَا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا) و لو جیسے (وَأَنْ لَوِ اسْتَقَامُوْا)
کبھی شعر میں بغیر فاصلے کے بھی آتا ہے جیسے شاعر کا قول
عَلِمُوْا أَنْ يُؤَمَّلُوْنَ فَجَادُوْا قَبْلَ أَنْ يُسْأَلُوْا بِأَعْظَمِ سُؤْلِ
ترجمہ: انہوں نے جان لیا کہ ان سے امید کی جائے گی پس انہوں نے سوال
جانے سے پہلے ہی عظیم بخشش کیساتھ سخاوت کر دی

اور کبھی اسم ضرورت شعری کیوجہ سے ضمیر شان کے علاوہ صراحتاً بھی آتا ہے اسلیے اس وقت اسکی خبر مفرد بھی آتی ہے اور جملہ بھی اور شاعر کے اس قول میں دونوں جمع ہوگئے۔

بِاَنَّكَ رَبِيعٌ وَغَيْثٌ مَرِيعٌ   وَاَنَّكَ هُنَاكَ تَكُونُ الثِّمَالَا

تو بہار ہے اور برسنے والا بادل ہے اور تو مصیبت زدوں کے لیے دادرسی کرنے والا ہے۔

25-09-2016   3:00 Pm

كَأَنْ مخففہ کا وجوباً عاملہ ہونا

جب كَأَنْ کو مخففہ کیا جاتا ہے تو اسکا اعمال واجب ہوتا ہے جیسا کہ اَنْ کا اعمال واجب ہوتا ہے لیکن اسکے اسم کا ذکر کرنا اَنْ کے اسم کے ذکر کرنے سے زیادہ ہے اور اسکا ضمیر ہونا لازم نہیں جیسے

وَيَوْمًا تُوَافِينَا بِوَجْهٍ مُقَسَّمٍ   كَأَنْ ظَبْيَةً تَعْطُو اِلَى وَارِقِ السَّلَمِ

ترجمہ۔ کسی روز وہ اپنے خوبصورت چہرے کے ساتھ ہمارے پاس آتی ہے گویا کہ وہ ایسی ہرنی ہے جو سلم درخت کی کونپلوں کی طرف اپنی گردن کو لمبا کرتی ہے۔ الظبیۃ کو اسم ہونے کیوجہ سے نصب کیساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور اسکے بعد والا جملہ صفت ہے اور خبر محذوف ہے یعنی اصل عبارت یوں ہے کَأَنْ ظبیۃً عاطیۃً ھذہ المرأۃُ (لیکن یہ تشبیہ مقلوب ہے) یا یہ کَأَنْ مکانھا ظبیۃٌ ہے حقیقی تشبیہ ہونے کی وجہ سے یا اسے اسم کے حذف ہونے کیوجہ سے رفع کیساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی کأنھا ظبیۃٌ

جب خبر مفرد ہوگی یا جملہ اسمیہ ہوگی تو وہ فاصلہ کی محتاج نہیں ہوتی۔ مفرد کی مثال جیسے کَأَنْ ظَبْيَةٌ اسکی روایت

کأنْ ثَدْیاہُ حُقّانِ

میں جس نے اسکو رفع دیا ہے اور جملہ اسمیہ کی مثال جیسے کأنْ ثَدْیاہُ حُقّانِ

اگر وہ فعل ہو تو کأنْ سے اسکا فاصلہ واجب ہے یا وہ فاصلہ لَمْ لیسا تو سین

یا قدم سے ہے لے کی مثال کأنْ لَمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ اور شاعر کا قول جیسے

کأنْ لَمْ یَکُنْ بَیْنَ الْحُجُونِ اِلَی الصَّفَا اَنِیْسٌ وَلَمْ یَسْمُرْ بِمَکَّۃَ سَامِرٗ

ترجمہ: گویا کہ حجون اور صفا کے درمیان میرا کوئی غمگسار نہیں اور نہ ہی مکہ میں

مجھے کوئی قصہ سنانے والا ہے۔

دوسری کی مثال جیسے

أَزِفَ التَّرَحُّلُ غَیْرَ أَنَّ رِکَابَنَا لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَکَأنْ قَدِ

ترجمہ: کوچ کرنے کا وقت قریب ہے مگر ہمارے سواریاں تیاری کے بغیر اپنی

جگہ پر کھڑی رہی گویا کہ انہوں نے کوچ کرنے کی جگہ کا اثر قبول کر لیا ہے۔

یعنی اصل عبارت یوں ہے کأنْ قَدْ ذَالَت پس فعل کو حذف کر دیا گیا

26-09-2016 3:00 Pm

"خبر کو درمیان میں لانے اور مقدم کرنے کا حکم"

اِنَّ کے باب میں خبر کو

عامل اور اسکے اسم کے درمیان لانا جائز نہیں اور نہ ہی ان دونوں پر مقدم کرنا جائز

ہے جیسا کہ کانَ کے باب میں اسکی تقدیم جائز ہے لہذا یہ نہیں کہا جائے گا اِنَّ قائمٌ زیداً

جیسا کہ کہا جائے گا کانَ قائماً زیدٌ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ افعال عمل کرنے میں

حروف سے زیادہ قوی ہیں پس یہ زیادہ اس لائق ہے کہ اسکے معمول میں تصرف کیا جائے

اور ابن عنین کا قول بڑی احسن مثال ہے جس میں وہ اپنے پیچھے رہنے کی شکایت کر رہا ہے

کأنّی مِنْ أَخْبَارِ اِنَّ وَلَمْ یُجِزْ لَہُ أَحَدٌ فِی النَّحْوِ أَنْ یَتَقَدَّمَا

گویا کہ میں اِنَّ کی خبروں میں سے ہوں جن کے لیے نحو میں کبھی نے بھی مقدم ہونا

جائز نہیں قرار دیا

جب خبر ظرف یا جار مجرور ہو تو اسے اسم اور معمول کے درمیان رکھنا جائز ہے کیونکہ ان دونوں میں وہ وسعت ہوتی ہے جو انکے علاوہ میں نہیں ہوتی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا) (إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ)

ظرف اور

(اسم + معمول) عامل

جار مجرور کے علاوہ کی خبر کو اسم اور معمول کے درمیان رکھنے سے منع کرنا ان دونوں سے مقدم کرنے سے منع کرنے پر مرتب ہے کیونکہ اسہل کا امتناع اس کے غیر کے امتناع کو مستلزم ہوتا ہے بخلاف برعکس کے ظرف اور جار مجرور کو انکے درمیان میں رکھنے کے جواز کو ذکر کرنا ان کے مقدم ہونے کے جائز ہونے کو لازم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسہل میں انکا جائز قرار دینا اسکے غیر میں انکے جائز قرار دینے کو لازم نہیں ہوتا۔

"إِنَّ کے ھمزہ کو کسرہ دینے کی جگہیں"

جن جگہوں پر إِنَّ کو کسرہ دیا جاتا ہے۔ ان میں سے پہلی یہ ہے جب إِنَّ جملہ کے ابتدا میں واقع ہو جیسے (إِنَّا أَنزَلْنَاهُ) (إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ) (أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ)

دوسرا قسم کے بعد جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد (حم ☆ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ☆ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ) (يس ☆ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ☆ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ)

تیسرا یہ کہ قول کا مقولہ واقع ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے (قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ)

چوتھا یہ کہ جب اس کے اسم کے بعد لام واقع ہو جیسے (وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ) (وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ) پس یعلم اور یشہد کے بعد إِنَّ کو کسرہ دی گئی اگرچہ علم اور شہد کے بعد اسے فتح بھی دی گئی ہے جیسے (عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ) (شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ) یہ اس لیے ہے کہ پہلی دو میں لام پایا گیا ہے دوسری دو میں نہیں پایا گیا۔

"اِنَّ کی خبر اسکے اسم خبر کے معمول اور ضمیر فاصل پر لام کا داخل ہونا"

اِنَّ مکسورہ کے بعد ان چار میں سے کسی ایک پر لامِ ابتدائیہ کا دخول جائز ہے دو آخر کلام میں آتے ہیں دو درمیان کلام میں آتے ہیں جہاں تک ماخر کلام کا تعلق ہے تو اس سے مراد خبر ہے جیسے (فَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ) اور ایسا اسم مراد ہے جو خبر کے بعد واقع ہو جیسے (إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً) اور جہاں تک درمیان کلام کا تعلق ہے تو اس میں مراد معمول خبر ہے جیسے (إِنَّ زَيْداً لَطَعَامَكَ آكِلٌ) اور ایسی ضمیر مراد ہے جسے بصریوں نے ضمیر فصل کا نام دیا ہے اور کوفیوں نے ضمیر عماد کا نام دیا ہے۔ جیسے (إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ) (وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ)

کبھی لام کا دخول واجب ہوتا ہے پر اس وقت ہوتا ہے جب اِنْ مخففہ ہو اور مہملہ ہو اور اسکے اثبات کا قصد ظاہر نہ ہو جیسے کہ آپکا یہ کہنا (إِنْ زَيْدٌ لَمُنْطَلِقٌ) اور یہ اس لیے واجب ہوتا ہے تاکہ اس سے اِنْ مخففہ اور اِنْ نافیہ کے درمیان فرق ہو جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (إِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ بِهَٰذَا) اسی لیے اس لام کو لام فارقہ کہتے ہیں کیونکہ یہ نفی اور اثبات میں فرق کرتا ہے۔

اگر ان تینوں شرطوں میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو اسکا دخول جائز ہوتا ہے واجب نہیں ہوتا کیونکہ التباس کی وجہ سے لیے اس وقت ہوتا ہے جب اسے شد دی جائے جیسے کہ اِنَّ زیدًا قائمٌ یا اسے مخفف یا عاملہ بنایا جائے جیسے اِنْ زیدًا قائمٌ یا اسے مخففہ مہملہ بنایا جائے اور اسکا معنی ظاہر ہو جیسے شاعر کا قول

أَنَا ابْنُ أُبَاةِ الضَّيْمِ مِنْ آلِ مَالِكٍ ۔ وَإِنْ مَالِكٌ كَانَتْ كِرَامَ الْمَعَادِنِ

میں آل مالک سے ظلم کا انکار کرنے والوں کا بیٹا ہوں اور آل مالک کریم النسل تھے

لا نفی جنس اور اسکی اِنّ کیطرح عمل کرنے کی شرائط

لا اسم کو نصب دینے

اور خبر کو رفع دینے میں تین شرطوں کیساتھ اِنَّ کے قائم مقام ہوتا ہے

پہلی شرط یہ کہ وہ جنس کی نفی کرنے والا ہو

دوسری یہ کہ اسکے دونوں معمول نکرہ ہوں

تیسری یہ کہ اسکا اسم مقدم اور خبر مؤخر ہو

اگر پہلی شرط مفقود ہو اسطرح کہ لا کہ وہ

لا ناھیہ ہو تو وہ فعل کیساتھ خاص ہوتا ہے اور وہ اس فعل کو جزم دیتا ہے جیسے

(لا تَحزَن اِنَّ اللّٰہَ مَعَنا) یا وہ زائدہ ہوتا ہے تو اس وقت وہ کوئی عمل نہیں کرتا جیسے

(ما مَنَعَکَ اَلّا تَسجُدَ اِذْ اَمَرتُکَ) یا وہ کسی ایک چیز کی نفی کرنے والا ہو تو وہ

لیس کے عمل کیطرح عمل کرتا ہے جیسے (لا رَجُلٌ فِی الدّارِ بَل رَجُلانِ)

اگر اسکی دوسری

دو شرطوں میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو وہ عمل نہیں کرتا اور اسکا تکرار واجب

ہوتا ہے پہلی کی مثال (لا زیدٌ فِی الدارِ والا عَمرٌو) دوسری کی مثال لا فیھا غَولٌ

(ولا ھُم عَنھا یُنزَفُونَ) جب اسکی تمام شرطیں پوری ہوں تو اسکا اسم یا تو

مضاف ہوتا ہے یا شبہ مضاف یا مفرد ہوتا ہے۔

اگر مضاف یا شبہ مضاف ہو

تو اسے نصب دی جاتی ہے مضاف کی مثال جیسے (لا صاحبَ عِلمٍ مَمقوتٌ) (لا صاحبَ

جُودٍ مَذمُومٌ) اور شبہ مضاف سے مراد یہ ہے کہ اسکے ساتھ ایسی چیز متصل ہو جو

اسکے معنی کو مکمل کر دے یا تو شبہ فعل کے معمول کو رفع دیا جائے گا جیسے (لا قبیحاً فِعلُہٗ

ممدوحٌ) یا نصب دی جائے گی جیسے (لا طالعاً جبلاً حاضرٌ) یا اسم جار کے ساتھ مجرور

ہوگا جو شبہ فعل کے متعلق ہو جیسے (لا خیراً مِن زیدٍ عِندَنا)

اگر لا کا تکرار دوسرے نکرہ کے ساتھ نہ ہو ایسا ہو

اگر لا کا تکرار دوسرے نکرہ کا تکرار کے ساتھ ہو) تو پہلے میں رفع جائز نہیں ہے اور نہ ہی دوسرے میں فتح بھی ہے آپ کہیں گے (لا حَوْلَ وَ قُوَّۃً اور قُوَّۃٌ) حول کے فتح کے ساتھ ہونے کے اسکے لا دوسرے لا قُوَّۃَ کے رفع اور نصب ایسا ہو جیسے شاعر کا قول

فَلَا أَبَ وَ ابْنًا مِثْلُ مَرْوَانَ وَ ابْنِہٖ

کوئی باپ اور بیٹا مروان اور اسکے بیٹے کی طرح نہیں ہے۔

اور فلا أَبٌ و ابنٌ کہنا جائز ہے۔

لا نفی جنس کے اسم کی صفت اور اسکے احکام.

اگر لا کا اسم مفرد ہو اور اسکی صفت مفرد کیساتھ لگائی گئی ہو اور ان دونوں کے درمیان فاصلہ نہ ہو جیسا (لا رَجُلَ ظَرِیْفٌ فِی الدَّارِ) تو اسکی صفت میں جائز ہے کہ اسے لا کیساتھ اسکے اسم کے محل پر رفع دیا جائے۔ پس وہ دونوں محل ابتدا میں ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ اس صفت کو لا کے اسم کے محل پر نصب دی جائے پس اسکا محل اِنَّ کے عمل کی طرح عمل کرنے والے لا کی وجہ سے نصب ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اس صفت کو موصوف کے ساتھ مرکب کرنے کی وجہ سے فتح دیا جائے جیسے (خَمْسَۃَ عَشَرَ) کا مرکب پھر ان دونوں پر لا کو داخل کیا جائے

اگر ان دونوں کے درمیان فاصلہ ہو یا صفت غیر مفرد ہے تو اس رفع اور نصب جائز ہے اور فتح ممنوع ہے۔ پہلے کی مثال (لا رَجُلَ فِی الدَّارِ ظَرِیْفٌ و ظَرِیْفًا) دوسرے کی مثال (لا رَجُلَ طَالِعًا جَبَلًا و طَالِعٌ جَبَلًا)

28-09-2016

3:00Pm

اشتغال اس باب کا ضابطہ یہ ہے کہ ایک اسم مقدم ہو اور اسکے بعد ایک ایسا فعل ہو جو اس اسم کی ضمیر میں عامل ہو اور یہ فعل اس حیثیت سے ہوتا ہے کہ اگر اس فعل کو اسم اول پر مسلط کر دیا جائے تو وہ فعل اس معمول سے فارغ کر دیا جائے اس اور اسم اول پر اگر اسکی ضمیر کو حذف کر دیا جائے اور اسم کو نصب دیگا اسکی مثال (زیداً ضربتُہ) اگر ہم ضمیر کو حذف کر دیا جائے تو آپ کہیں گے زیداً ضربتُ اور ضربتُ کو زید پر مسلط کر دیا جائے تو زیداً مفعول بہ مقدم ہوگا۔ یہ مثال اس فعل کی ہے جو اسم کی ضمیر میں مشغول ہے اسکی ایک مثال یہ بھی ہے (زیداً مررتُ بہ) پس ضمیر اگرچہ باء کے ساتھ مجرور ہے مگر وہ فعل کی وجہ سے محل نصب میں ہے

ایسے جملے کی مثال جسمیں فعل ایسے اسم میں مشغول ہے جو ضمیر میں عامل ہے مثلاً زیداً ضربتُ أخاہ اگر ضرب پس ضرب مفعولیت کے طور پر نصب دیتے ہوئے الاخ میں عامل ہے اور الاخ اضافت کی وجہ سے جر دیتے ہوئے ضمیر میں عامل ہے

جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم یہ کہیں گے کہ اسم متقدم میں جائز ہے کہ اسے ابتدا کی وجہ سے رفع دیا جائے اور اسکا مابعد جملہ خبر یہ ہونے کی وجہ سے محل رفع میں ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ اس اسم متقدم کو ایسے فعل کی وجہ سے نصب دی جائے جو وجوباً محذوف ہے اور فعل مذکور اسکی تفسیر بیان کر رہا ہو

پہلی

پہلی مثال میں تقدیر فعل یہ ہے ضربت زیداً ضربتہ اور دوسری مثال میں جاوزت زیداً مررت بہ اس میں مررت فعل کو مقدر نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ فعل بنفسہ اسم کیساتھ متعدی نہیں ہوتا۔ اور تیسری مثال میں تقدیر کلام یہ ہے أھنتُ زیداً ضربتُ أخاہ اسمیں ضربت فعل کو مقدر نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں زید کے بھائی کو مارا گیا ہے۔

اسم متقدم کے احوال اور اسکے احکام

وہ اسم جو فعل مذکور

پر مقدم ہو اسکی پانچ حالتیں ہیں کبھی اسکا نصب راجح ہوتا ہے اور کبھی واجب ہوتا ہے اور کبھی اسکا
رفع راجح ہوتا ہے اور کبھی اسمیں دونوں حالتیں برابر ہوتی ہیں

نصب کے راجح ہونے میں چند مسائل ہیں

① پہلی یہ کہ وہ فعل مذکور فعل طلب ہو اور وہ امر، نہی اور دعا ہیں جیسے آپکا یہ کہنا
(زیداً اضرِبْہُ) (زیداً لا تُھِنْہُ) (اللّٰھُمَّ عَبْدَکَ ارحَمْہُ) اس مسئلے میں نصب راجح
ہے کیونکہ رفع جملہ طلبیہ کے ساتھ مبتدا کی خبر دینے کو متلزم ہوتا اور یہ خلاف قیاس ہے
کیونکہ جملہ طلبیہ صدق وکذب کا احتمال نہیں رکھتا

اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ
جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے (والسَّارِقُ والسَّارِقَۃُ فاقطعوا أیدِیَھُما) آپکے اس قول
(زیداً وعمراً اضرِبْ أخاھُما) کی مثل ہے اور اسمیں نصب راجح ہے کیونکہ فعل مشغول
فعل طلب ہے اور اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ (الزَّانِیَۃُ الزَّانِی فاجلِدُوا کُلَّ واحِدٍ
منھُما) اور قراء سبعہ کا ان دونوں آیتوں میں رفع پر اجماع ہے

اسکا جواب یہ
ہے کہ تقدیر کلام یوں ہے (مما یتلی علیکم حکم السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما)
پس السارق والسارقۃ مبتدا اور معطوف علیہ ہے اور خبر محذوف ہے اور وہ جار مجرور
ہے اور اقطعوا جملہ مستانفہ ہے پس جملہ طلبیہ کا ایسا تو خبر بنانا لازم نہیں آرہا
مبتدا کی کسی جملہ کے فعل کا اسم مبتدا میں عمل کرنا صحیح نہیں ہے جسکی خبر کوئی دوسرا جملہ
درست ہو اسکی مثال زیدٌ فضربٌ فانطلق خالدٌ فلسورٌ فلا تُھِنْہُ اور یہ سیبویہ کا قول ہے
اور مبرد نے کہا کہ أل موصولہ ہے جو الذی کے معنی میں ہے اور فاء سببیہ پر دلالت کرنے کیلئے لائی
گئی ہے جیسا کہ آپکے اس قول میں الذی یأتینی فلہ درھم اور فاء سببیہ کا مابعد اسکے
ماقبل میں عمل نہیں کرتا اور اس باب کی شرط یہ ہے کہ فعل کو اگر اس اسم پر مسلط کر

٢۔ ان میں سے دوسرا یہ ہے کہ اسم ایسے حرف عطف کیساتھ ملا ہوا ہو جس سے پہلے جملہ فعلیہ ہو (قام زیدٌ وعمرًا اکرمتُہ) یہ اس لیے ہے کیونکہ جب اسم کو رفع دیا جائے گا تو ما بعد جملہ فعلیہ ہے اس صورت میں جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر لازم آئے گا اور یہ دونوں جملے ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور جب اسم کو نصب دیا جائے گی تو ما بعد جملہ فعلیہ بتقدیر کلام (اکرمتُ عمرًا اکرمتُہ) یہ تو اس صورت میں جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہوگا اور یہ دونوں جملے ایک دوسرے کے متناسب ہیں اور تناسب عطف میں تخالف سے اولیٰ ہے اس لئے نصب کو ترجیح دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد (خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبینٌ والانعام خلقھا) قراء کا الانعام کے نصب پر اجماع ہے کیونکہ یہ جملہ فعلیہ کے ساتھ ملا ہوا ہے جو کہ خلق الانسان ہے

ان میں تیسرا یہ ہے کہ اسم متقدم سے پہلے کوئی ایسا حرف آجائے جو اکثر افعال پر داخل ہوتا ہو جیسے (أ زیدًا ضربتہٗ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (أبشرًا منّا واحدًا نتّبعہٗ)

نصب کا واجب ہونا۔

نصب کا واجب ہونا ان صورتوں میں ہے جب متقدم اسم سے پہلے ایسا حرف آجائے جو حرف فعل کیساتھ خاص ہو جیسا کہ ادوات شرط اور ادوات تحضیض وغیرہ اسکی مثال جیسے (اِنْ زیدًا رأیتہٗ فاکرِمْہٗ) اور (ھلّا زیدًا اکرمتہٗ) اور شاعر کا قول

لَا تَجْزَعِیْ اِنْ مُنْفِسًا اَھْلَکْتُہٗ ۔۔۔ فَاِذَا ھَلَکْتُ فَعِنْدَ ذٰلِکَ فَاجْزَعِیْ

ترجمہ: تو مت گھبرا اگر میں مال کو خرچ کر دوں

جب میں ہلاک ہو جاؤں تو اس وقت گھبرا

رفع کا واجب ہونا۔

رفع کا واجب ہونا ان صورتوں میں ہے جب کہ متقدم اسم سے پہلے ایسا حرف (ادات) آجائے جو جملے اسمیہ کیساتھ خاص ہو جیسے اذا فجائیہ اسکی مثال (خرجتُ فاذا زیدٌ یضربہ عمرٌو) اسمیں نصب جائز نہیں ہے کیونکہ نصب فعل کی تقدیر کا تقاضا کرتی ہے اور یہاں اذا فجائیہ صرف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے۔

رفع اور نصب کا جائز ہونا۔

وہ صورتیں جن میں رفع اور نصب دونوں جائز ہوتے میں ان کا ضابطہ یہ ہے کہ متقدم اسم سے پہلے ایسا حرف عطف ہو جو جملہ فعلیہ کے ساتھ ملا ہوا ہو اور اس جملہ سے اسکے ما قبل اسم کی خبر دی گئی ہو جیسے (زیدٌ قام ابوہ و عمرًا اکرمتہُ) اسکی وجہ یہ ہے کیونکہ (زیدٌ قام ابوہ) جملہ کبری ذات وجھین ہے کبری کا معنی یہ ہے کہ یہ جملہ اپنے ضمن میں ایک اور جملہ لیے ہوئے ہے اور ذات وجھین کا معنی یہ ہے کہ

پس اگر شروع والے اسم کی رعایت کی جائے تو عمرٌو کو رفع دیا جائے گا اور جملہ اسمیہ کا عطف جملہ اسمیہ پر ہوگا اور اگر دوسرے اسم کی رعایت کی جائے تو عمرًا کو نصب دیجائے گی اور اس طرح جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہوگا پس وہ مناسبت جو دونوں تقدیروں پر حاصل ہوئی ہے وہ دونوں برابر ہیں۔

رفع کا راجح ہونا۔

وہ صورت جس میں رفع راجح ہوتا ہے وہ ان صورتوں کے علاوہ ہے جیسے (زیدٌ ضربتہُ) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد (جناتُ عدنٍ یدخلونھا) قراء کا جناتُ کے رفع پر اجماع ہے اور اسکو نصب کیساتھ پڑھنا شاذ ہے ان میں رفع کا راجح ہونا اس لیے ہے کیونکہ رفع اصل ہے اور کسی دوسرے کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس صورت میں شامل نہیں ہے (وکلُّ شیئٍ فعلوہ فی الزبر)
کیونکہ فعل کی اپنے ماقبل پر مسلط ہونے کی تقدیر معنی مراد کے مطابق ہے اور یہاں یہ معنی
مراد نہیں ہے کہ انہوں نے ہر وہ کام کیا جو صحیفوں میں لکھا ہے یہاں تک کہ اس کو ماقبل
پر مسلط کرنا صحیح ہو اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ان کا ہر کیا ہوا فعل صحیفوں میں
ثابت ہے اور یہ معنی ماقبل معنی کے مخالف ہے پس یہاں رفع واجب ہے نہ کہ
راجح۔ اور متاخر فعل اسم کی صفت ہے پس اس کے لئے اسمیں عمل کرنا صحیح نہیں ہے
اور اس صورت میں یہ مثال بھی ثابت نہیں ہے (أزیدٌ ذاھبٌ بہ) کیونکہ متقدم
اسم پر فعل کے مسلط ہونے کے باوجود یہ نصب کا تقاضا نہیں کرتا۔

01-10-2016 3:00 Pm

تنازع فعلین ✓

باب تنازع کو باب اعمال بھی کہتے ہیں اسکا ضابطہ
یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ عامل مقدم ہوتے ہیں اور ایک یا ایک سے زیادہ معمول ما
مؤخر ہوتے ہیں اور متقدمین میں سے ہر ایک اس متاخر کو چاہتا ہے

تنازع فعلین کی مثالیں

ایسا تنازع جسمیں عامل دو ہوں اور
معمول ایک ہو اسکی مثال یہ ہے جیسے (آتُونِی أُفْرِغْ عَلَیْہِ قِطْرًا) اور یہ اس لیے
ہے کیونکہ آتونی فعل فاعل اور مفعول ہے اور مفعول بہ ثانی کا محتاج ہے
اور أفرغ فعل اور فاعل ہے اور یہ مفعول کا محتاج ہے اور ان دونوں کے بعد
قطرًا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک اسکو چاہتا ہے۔

ایسا تنازع جسمیں عامل دو
ہوں اور معمول ایک سے زیادہ ہو اسکی مثال (ضَرَبَ وَأَکْرَمَ زَیْدٌ عَمْرًا)

اور ایسا تنازع جسمیں عامل دو سے زیادہ ہوں اور معمول ایک ہو اسکی
مثال جیسے (کما صلیت و بارکت و ترحمت علی ابراہیم) پس علی ابراہیم کو
ان تینوں عوامل میں سے ہر ایک طلب کرتا ہے

ایسا تنازع جسمیں عامل دو سے زیادہ
ہوں اور معمول بھی ایک سے زیادہ ہو اسکی مثال جیسے ارشاد نبوی ہے (تسبحون وتحمدون
وتکبرون دبر کل صلاۃ ثلاثا وثلاثین) پس دبر کا لفظ ظرفیت ہونے کی وجہ
سے منصوب ہے اور ثلاثا وثلاثین مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب
ہیں پس تینوں عوامل میں سے ہر ایک ان دونوں کو چاہتا ہے

پس جب یہ
ثابت ہوگیا تو ہم یہ کہیں گے کہ اختلاف دو یا دو سے زیادہ عوامل کے عمل کرنے کے جواز
میں نہیں ہے بلکہ ان کے اختیار کرنے میں اختلاف ہے۔ پس کوفیوں نے پہلے فعل
کے عمل کو اختیار کیا ہے اسکے پہلے ہونے کی وجہ سے اور بصریوں نے دوسرے فعل کے
عمل کو اختیار کیا ہے اسکے قریب ہونے کی وجہ سے۔

دو عاملین میں سے کسی ایک کے اعمال کا حکم:-

جب پہلے فعل کو عامل بنایا جائے
تو دوسرا فعل مرفوع، منصوب اور مجرور میں سے جسکا محتاج ہو اسے دوسرے فعل
میں مضمر کر دیا جاتا ہے اسکی مثال جیسے (قام وقعد اخوالک) (قام وضربتهما اخوالک)
(قام ومررت بهما اخوالک) یہ اس لیے کہ وہ اسم جسمیں تنازع چل رہا ہے وہ
مثال میں اخوالک کا لفظ ہے اور معمولیت کے اعتبار سے مقدم ہے پس جو ضمیر ہے وہ لفظا تو
متاخر کی طرف لوٹ رہی ہے لیکن رتبہ کے لحاظ سے متقدم کی طرف لوٹ رہی ہے

اگر دوسرے فعل
کو عامل بنایا جائے اور پہلا فعل مرفوع کا محتاج ہو تو وہ پہلے فعل میں مضمر ہوگا پس آپ

یا مجرور کا محتاج ہوگا تو اس منصوب
کہیں گے (قام و قعد اخواک) اور اگر پہلا فعل منصوب
یا مجرور کو حذف کر دیا جائے گا پس آپ کہیں گے (ضربت و ضربنی اخواک) (ضربت و ضر
بہ اخواک) پس آپ یہ نہیں کہیں گے ضربنی اور ضربت نہیں کیونکہ اس
سے ضمیر کا ایسے اسم کی طرف لوٹنا لازم آتا ہے جو لفظاً یا رتبتاً دونوں لحاظ سے مؤخر ہوتا
ہے

02/10/2016 7:00 Pm

جو تنازع فعلین میں سے نہ ہوں۔

امرالقیس کا قول تنازع فعلین میں سے

نہیں ہے۔

وَلَوْ اَنَّمَا اَسْعٰی لِاَدْنٰی مَعِیْشَۃٍ كَفَانِي - وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِيلٌ مِنَ الْمَالِ

ترجمہ۔ اگر میں ادنی معیشت کے لیے کوشش کرتا تو قلیل مال بھی کافی ہو جاتا اور میں اور مال

کی طرف

طلب نہ کرتا۔

اس باب کی شرط یہ ہے کہ یہ دونوں عامل کسی ایک چیز کی طرف متوجہ ہوں اور یہاں کفانی اور اطلب کو قبیل کی طرف متوجہ ہوں تو معنی بگڑ جائے گا کیونکہ لو
کسی دوسری چیز کے امتناع کے ساتھ کسی شئی کے امتناع کے ساتھ پر دلالت کرتا ہے
پس جب لو کا مابعد مثبت ہو تو وہ معنوی طور پر منفی ہوگا۔ جیسے (لو جاءنی اکرمتہ)
اور جب لو کا مابعد منفی ہو تو وہ معنوی طور پر مثبت ہوتا ہے جیسے (لو لم یسیء
لم اعاقبہ) اس بناء پر امرالقیس کا قول (اَنَّ مااسعی لاَدنی معیشہ) معنوی طور
پر منفی ہے کیونکہ یہ فی نفسہ مثبت ہے اور اس پر حرف امتناع داخل ہے
پر وہ چیز جو علت کی وجہ سے ممتنع ہو اسکی نقیض ثابت ہوتی ہے السعی لادنی
معیشۃ کی نقیض السعی لادنی معیشۃ نہیں کا ثابت ہونا ہے یہ امرالقیس کا قول ولم اطلب
معنوی طور پر مثبت ہے اور اس پر حرف امتناع داخل ہے اور اگر کفانی اور اطلب
کو قلیل کی طرف متوجہ کیا جائے تو اسمیں قلیل کی طلب ثابت ہوتی ہے اور وہ منفی ہے جبکہ

جس کی نفی کی گئی ہے اور جب یہ تعین باطل ہو جائے اس طرح اطلب کا مفعول محذوف ہو اور
اسکی تقدیر و لم اطلب الملک ہو اور یہ ملک کو طلب کرنے والا ہے اور یہی مراد ہے
اگر یہ کہا جائے

کہ لم اطلب کا کفانی پر عطف کرنا تنازع کے باب کو لازم ہوتا ہے اور اگر واؤ کو
مستانفہ مان لیا جائے تو یہ نفی محض ہوگی اور حکم کے تحت داخل نہیں ہوگی

اسکا جواب

یہ ہے کہ تنازع کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے دونوں عاملوں کے درمیان رابطہ ہو اور مستانفہ
کی تقدیر رابطہ کو ختم کر دیتی ہے۔

مفعولات:

فاعل ہمیشہ مرفوع اور مفعول ہمیشہ منصوب ہوتا ہے اسکا سبب یہ
ہے کہ فاعل صرف ایک ہوتا ہے اور رفع ثقیل حرکت ہے اور مفعول ایک بھی ہوتا ہے اور ایک
سے زیادہ بھی ہوتا ہے اور نصب خفیف حرکت ہے پس ثقیل کو قلیل کے اور خفیف کو کثیر
کے لیے بنایا جس عدل کا قصد کیا جائے

مفعول پانچ ہیں اور یہی صحیح ہے اور یہ
مفعول بہ ہے جیسے (ضَرَبْتُ زَیدًا) مفعول مطلق اور یہ مصدر ہے جیسے (ضَرَبْتُ ضَرْبًا)
مفعول فیہ اور یہ ظرف ہے (صُمْتُ یَوْمَ الْخَمِیسِ وَ جَلَسْتُ اَمَامَکَ) اور
مفعول لہ جیسے (قُمْتُ اجلالاً لَکَ) مفعول معہ جیسے (سِرْتُ وَالنِّیلَ)
زجاج نے اس

میں سے مفعول معہ کو کم کیا ہے اور اسکو مفعول بہ بنایا ہے اس نے اسکی تقدیر کلام
یہ بنائی ہے سِرْتُ وَ جَاوَزْتُ النِّیلَ کو فیول نے اس میں سے مفعول لہ کو کم
کیا ہے اور اسے مفعول مطلق بنایا ہے جیسے قَعَدْتُ جُلُوسًا اور سیرافی نے چھٹے مفعول
کا اضافہ کیا ہے اور وہ مفعول منہ ہے جیسے وَاخْتَارَ مُوسٰی قَوْمَهُ سَبْعِینَ رَجُلًا
کیونکہ اسکا معنی من قومہ ہے۔ جوھری نے مستثنیٰ کو مفعول دونہ کہا ہے۔

(1) مفعول بہ :-

مفعول بہ وہ ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضَرَبْتُ زَیْدًا یہ تعریف ابن حاجب کی ہے اور کہا ضَرَبْتُ زَیْدًا اور اَلْضَرْبُ زَیْدًا کے ساتھ اس تعریف میں اشکال وارد ہوتا ہے اسکا جواب یہ دیا کہ وقوع سے مراد وہ تعلق ہے جس کو صرف اسی سے سمجھا جاتا ہے جیسے پہلی دو مثالوں میں زیدًا ضَرَبَ کے ساتھ متعلق ہے اور ضَرَبَ کا سمجھنا اُن موقوف ہے یا جو متعلقات کے قائم مقام ہے۔

03-10-2016 3:10 Pm 8:10 Pm

المنادیٰ :-

منادی مفعول بہ سے ہی ہے کیونکہ آپ کے قول (یا عبد اللہ) کی اصل اَدْعُوْ عبد اللہ فعل کو حذف کر دیا اور یا کو اسکے قائم مقام کر دیا

منادیٰ کا اعراب :-

منادی کو تین مسائل میں لفظاً نصب دی جاتی ہے
ان میں سے پہلی یہ ہے کہ منادی مضاف ہو جیسے آپکا قول (یا عبد اللہِ) (یا رسول اللہ) شاعر کا قول

اَلَا یَا عِبَادَ اللّٰہِ قَلْبِیْ مُتَیَّمٌ   بِاَحْسَنِ مَنْ صَلّٰی وَاَقْبَحِہِمْ بَعْلًا

ترجمہ :- اے اللہ کے بندو میرا دل دیوانہ ہے اس عورت کا جو ہر نماز پڑھنے والی سے خوبصورت ہے اور مردوں میں سب سے زیادہ بدصورت شوہر والی ہے۔

ان میں سے دوسرا یہ کہ منادی شبہ مضاف ہو اور اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے ساتھ الیی چیز متصل ہو جو اسکے معنیٰ کو مکمل کر دے پس وہ چیز جسکے ساتھ معنیٰ مکمل ہوتا ہے یا تو وہ اسم ہوتا ہے جو منادی کیوجہ مرفوع ہوتا ہے جیسے آپکا کہنا (یا محمودًا فعلُہ) (یا حسنًا وَجْہُہ) (یا جمیلًا فعلُہ) (یا کثیرًا برُّہ) یا وہ منادی کیوجہ سے منصوب ہوتا ہے جیسے آپکا کہنا (یا طالعًا جبلًا) یا وہ مجرور ہوتا ہے ایسے جار کیوجہ سے جو منادی کے متعلق ہوتا ہے

جیسے آپ کا کہنا (یَا رَفِیقًا بِالعِبَادِ) (یَا خَیرًا مِنْ زَیدٍ) یا وہ منادی بننے سے پہلے ہی

معطوف علیہ ہوتا ہے جیسے آپ کا قول (یَا ثَلَاثَةً وَ ثَلَاثِینَ) یہ اس شخص کے بارے میں ہے

جبکہ ان الفاظ کیساتھ نام دیا گیا ہو

ان میں سے تیسرا یہ کہ وہ نکرہ غیر مقصودہ ہو جیسے اندھے کا قول (یَا رَجُلًا خُذْ بِیَدِی)

اور شاعر کا قول

فَیَا رَاکِبًا إِمَّا عَرَضْتَ فَبَلِّغَا ۔۔۔ نَدَامَایَ مِنْ نَجْرَانَ: أَنْ لَا تَلَاقِیَا

ترجمہ: اے سوار جب تو مقام عروض کو پالے تو نجران میں میرے دوستوں کو پیغام پہنچا دینا

کہ اب نہیں ملیں گے۔

منادی مفرد، علم اور نکرہ مقصودہ کا اعراب:-

منادی دو امور کے ساتھ مبنی ہوتا ہے

پہلا وہ مفرد ہو اور معرفہ ہو یعنی اسکا مفرد ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ مضاف اور شبہ مضاف

نہ ہو اور معرفہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ معین ہو برابر ہے کہ وہ ندا ہونے سے پہلے ہی معرفہ ہو جیسے

زید اور عمرو یا ندا بننے کے بعد معرفہ ہو اس پر متوجہ ہونے کے سبب جیسے رجل اور انسان

جب کسی اسم میں یہ دونوں امور پائے جائیں تو وہ مبنی ہوتا ہے اس علامت پر جسکے ساتھ اسکو رفع

دیا جاتا ہے اگر وہ معرف ہو جیسے (یَا زَیدُ) ضمہ کیساتھ (یَا زَیدَانِ) الف کیساتھ (یَا زَیدُونَ)

واؤ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد (یَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا) (یَا جِبَالُ أَوِّبِی مَعَهُ)

اس منادی کا حکم جو یاء متکلم کیطرف مضاف ہو:-

جب منادی یاء المتکلم کیطرف

مضاف ہو جیسے غلامی تو اسمیں چھ لغت جائز ہیں

ان میں سے پہلی یہ کہ یَا غُلَامِی یاء ساکنہ کے اثبات کیساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد (یَا عِبَادِی

لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ)

دوسری یہ کہ یَا غُلَامِ یاء ساکنہ کے حذف کیساتھ اور اس پر دلیل کے طور پر کسرہ کے بقاء کے

ساتھ جیسے (یَا عِبَادِ فَاتَّقُونِ)

تیسرا ۔ اس حرف کو حذف نہ کیا جائے بلکہ یا کو ہی ساکن کیا جائے ... تھا اور یہ لغت ضعیف ہے تو یہیں
ساکن کیا ہے (یا اُمّی لا تقتلی) کو ساکن کیا ہے اور (قال ربِّ احکم بالحق) کو بھی ساکن
پڑھا گیا ہے

چوتھا ۔ یا غلامیَ یا کے فتح کیساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد (یا عبادیَ الذین اسرفوا علیٰ
انفسہم) سے پہلے

پانچواں ۔ یا غلامَا ۔ اس کسرہ کو فتح کے ساتھ بدلنے سے ہی یا مفتوح ہوا اور یا کو
متحرک ہونے اور اسکے ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا گیا جیسے ارشاد باری
تعالیٰ (یا حسرتا علی ما فرطت فی جنب اللہ) (یا اسفا علی یوسف)

چھٹا ۔ یا غلامَ الف کو حذف کیا ساتھ اور فتح کو باقی رکھا تاکہ الف پر دلیل کے طور پر رہے جیسے
شاعر کا قول ہے

وَلَسْتُ بِرَاجِعٍ مَا فَاتَ مِنِّیْ ۔ بِلَهْفَ وَلَا بِلَيْتَ وَلَا لَوَ انِّیْ

ترجمہ:۔ جو چیز مجھ سے فوت ہو جائے میں اس کی طرف رجوع کرنے والا نہیں
نہ اپنے قول لہف سے نہ لیت سے اور نہ لو انی سے

اور میرا یہ قول (وتقول یا غلامُ بالثلاث) یعنی میم کے ضمہ، فتح اور کسرہ کے ساتھ
پس میں نے اسکی

05 - 10 - 2016 3:00 Pm

اَب اور اُم کا حکم جو یا ضمیر متکلم کی طرف مضاف ہوں۔

جب وہ منادی جو یا ضمیر متکلم کی طرف
مضاف ہو وہ اَب یا اُم ہوں تو اس ان میں دس لغتیں جائز ہیں جن میں سے چار درج
ذیل ہیں اور چھ بعد میں ہیں۔

پہلی یہ کہ تا کے ساتھ یا کو تا ... کسرہ کیساتھ بدلنا چاہیے (یا ابتِ) قراء سبعہ نے اسکو تا کے کسرہ
کیساتھ پڑھا ہے سوائے ابن عامر کے۔

دوسرا۔ یا کو تاء مفتوحہ لیسا تھ بدلنا اور ابن عامر نے اسکو ایسے پڑھا ہے (یا أَبَتَ)

تیسرا۔ (یَا أَبَتَا) تا اور الف لیسا تھ پڑھنا اور اسطرح پڑھنا شاذ ہے

چوتھا۔ (یا أَبَتِي) تا اور یا لیسا تھ

تیسری اور چوتھی لغت قبیح ہیں۔ چوتھی لغت

تیسری سے زیادہ قبیح ہے چاہیے تو یہ تھا کہ یہ صرف ضرورت شعری کے تحت جائز ہوتی

اس منادی کا حکم جو مضاف ہو ایسے اسم کیطرف جو یاء متکلم کیطرف مضاف ہو۔

جب منادی مضاف ہو

ایسے اسم کیطرف جو یاء ضمیر متکلم کیطرف مضاف ہو جیسے (یَا غُلَامَ غُلَامِي) تو اس

میں صرف یا کو ثابت رکھنا جائز ہے چاہے وہ یا مفتوحہ ہو یا ساکنہ مگر اگر وہ

ابن أم یا ابن عم ہو تو ان دونوں میں چار لغتیں جائز ہیں میم کو فتح دینا اور

کسرہ دینا جیسے (قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي) (قَالَ یَا ابْنَ أُمَّ لَا تَأْخُذْ

بِلِحْيَتِي) قراء سبعہ نے ان دونوں مثالوں میں میم کو کسرہ اور فتح کیسا تھ پڑھا ہے

تیسرا۔ یاء کو ثابت کرنا جیسے شاعر کا قول

یَا ابْنَ أُمِّي وَيَا شُقَيِّقَ نَفْسِي أَنْتَ خَلَّفْتَنِي لِدَهْرٍ شَدِيدِ

ترجمہ۔ اے میری ماں کے بیٹے، اے میرے حقیقی بھائی تو نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا ہے

زمانہ کے مصائب میں۔

چوتھا۔ یا کو الف سے بدلنا جیسے

یَا ابْنَةَ عَمَّا لَا تَلُومِي وَاهْجَعِي

اے میری چچا کی بیٹی تو مجھے ملامت نہ کر اور خاموش رہ

آخری دو لغتیں استعمال میں قلیل ہیں

منادی کے توابع کے احکام :

یہ فصل منادی کے توابع کے احکام کے

بیان میں لائی گئی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ منادی جب مبنی ہو اور اس کا تابع صفت ہو
یا تاکید ہو یا عطف بیان ہو یا الف اور لام کیساتھ عطف نسق ہو اس کے ساتھ
ساتھ وہ مفرد ہو یا مضاف ہو اور اس (مضاف) میں الف اور لام ہو تو ان سب میں رفع
جائز ہے منادی کے لفظ ہونے کی بنا پر۔ اور منادی کے محل ہونے کی بنا پر اس میں
نصب بھی جائز ہے۔ صفت کی مثال جیسے (یا زیدُ الظریفُ) منادی کے لفظ ہونے کی
بنا پر رفع کیساتھ اور الظریف منادی کے محل ہونے کے اعتبار سے نصب کیساتھ
تاکید کی مثال جیسے (یا تمیمُ أجمعونَ و أجمعینَ) بیان کی مثال (یا سعیدُ کرزٌ و کرزاً)
نسق کی مثال (یا زیدُ و الضحاکُ و الضحاکَ) شاعر کا قول جیسے

یا حَکَمُ الوارثُ عن عبدِ الملکِ

بقولہ یا کھفا ہے بعض شعری محذوف نکالا ہے

اے حکم جو عبد الملک کے وارثوں میں سے ہے

الوارث کے رفع اور نصب دونوں کیساتھ پڑھا گیا ہے۔

شاعر کا قول

فما کعبُ بنُ مامةَ وابنُ أروی   بأجودَ منکَ یا عمرُ الجوادا

ترجمہ۔ اے سخی عمر کعب بن مامہ اور ابن اروی تم سے زیادہ سخی نہیں ہیں

شاعر کا قول :

ألا یا زیدُ والضحاکُ سیرا   فقد جاوزتُما خَمَرَ الطریقِ

ترجمہ۔ اے زید اور ضحاک سن لو تیز تیز چلو تم گھنے درختوں والے راستے
کو تجاوز کر گئے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (یا جبالُ أوّبی معهُ والطیرَ) والطیرُ اسے شاذ پڑھا گیا ہے
اور یہ مفرد کی امثلہ ہیں

05-10-2016 3:00 Pm

اسی طرح ایسی صورت اس مضاف میں ہے جسمیں الف لام ہو جیسے (یا زیدُ الحسنُ الوجہِ والحسنَ الوجہِ) اور شاعر کا قول

یَا صَاحِ یَا ذَا الضَّامِرُ العَنْسِ

اے میرے دوست) یہ دبلی پتلی طاقتور اونٹنی ہے

الضامر کو رفع اور نصب دونوں کیساتھ پڑھا گیا ہے

مذکورہ تمام صورتوں میں

اگر تابع مضاف ہو اور اسمیں الف لام نہ ہو تو محل کا اعتبار سے اسکو نصب متعین ہوتی ہے جیسا (یا زیدُ صَاحِبَ عمروٍ) (یا أبا عبدِ اللّٰہ) (یا تمیم کلکم اور کلھم) (یا زیدُ و أبا عبدِ اللّٰہ) اللّٰہ تعالیٰ کا ارشاد (قُلِ اللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ)

اور اگر تابع ای کی صفت ہو تو لفظ کا اعتبار سے اسکو رفع متعین ہوتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ (یا أیُّھا النَّاسُ) (یا أیُّھا النَّبِیُّ)

اور اگر تابع بدل

ہو یا بغیر الف لام کے نسق ہو تو اسکو وہ اعراب دیا جاتا ہے جسکا وہ مستحق ہو تا ہے اگر وہ منادی ہوتا۔ بدل کی مثال (یا زیدُ کُرزُ) کرز کے ضمہ کیساتھ بغیر تنوین کے جیسے یا کرزُ اور (یا سعیدُ أبا عبدِ اللّٰہ) نصب کیساتھ جیسے کہا جاتا ہے (یا أبا عبدِ اللّٰہ) نسق کی مثال (یا زیدُ و عمرُو) ضمہ کے ساتھ اور (یا زیدُ أبا عبدِ اللّٰہ) نصب کیساتھ یہی حکم بدل اور نسق کا ہے اگر منادی معرب ہو

جب منادی مفرد مضاف ہو نے کی صورت میں مکرر ہو جیسے (یا زیدُ زیدَ الیعملاتِ) پہلے میں دو وجہیں جائز ہیں

ان میں سے پہلی یہ ہے کہ منادی کو ضمہ دینا اور یہ منادی مفرد کے وقت ہونے کا اعتبار سے ہے اور اسوقت دوسرا منادی ایسا منادی ہوگا جس سے

حرف ندا ساقط ہو گیا ہے یا وہ عطف بیان ہو گا یا وہ اَعنی فعل محذوف

کا مفعول ہو گا

ان میں سے دوسری صورت یہ ہے کہ منادی کو فتح دینا اور یہ اسکی

اصل ہے کے اعتبار سے ہے جیسے (یا زیدُ الیعملات زیدَ الیعملات) پھر اس

میں اختلاف پایا گیا ہے سیبویہ نے کہا دوسرے سے یعملات کو حذف کر

دیا پہلے کی اس پر دلالت کی وجہ سے اور زید کو مضاف اور مضاف الیہ

کے درمیان داخل کر دیا اور مبرد نے کہا کہ پہلے سے یعملات کو حذف کر دیا

دوسرے کی اس پر دلالت کی وجہ سے۔

دونوں قولوں میں سے ہر قول کی ایک ضعیف وجہ نکلتی

ہے بہر حال سیبویہ کے قول میں دو مضافوں کے درمیان فاصلہ آ گیا ہے

حالانکہ وہ دونوں ایک ہی کلمہ کی طرح ہیں اور مبرد کے قول میں پہلے

سے حذف کرنا دوسرے کی اس پر دلالت کی وجہ سے ہے حالانکہ ایسا

قلیل ہی ہوتا ہے اور کثیر اسکے برعکس ہے۔

06-10-2016 3:00 Pm.

منادی کی ترخیم اور اسکی شرائط۔

منادی کی ترخیم سے مراد یہ ہے کہ منادی کے آخر کو تخفیفاً

حذف کر دینا اور یہ اسکا قریب نام ہے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا

گیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ (وَنَادَوْا یَا مَالِ) پڑھتے ہیں۔ نادوا میں واو جمع کا ہے

جیسے ہیں

10-10-2016 3:30 Pm

اسمائے زمان کو ظرفیت کی بنا پر نصب دینا۔

جان لو کہ تمام اسماء زمان ظرفیت کے اعتبار سے نصب کو قبول کرتے ہیں اور ان میں مختص معدود اور مبہم کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ مختص وہ ہوتا ہے جو متی کے جواب میں واقع ہو جیسے (یوم الخمیس) اور معدود وہ ہوتا ہے جو کم کے جواب میں واقع ہو جیسے (الاسبوع، الشہر، الحول) اور مبہم وہ ہوتا ہے ان دونوں میں سے کسی شے کا جواب نہ ہو جیسے (الحین، الوقت)

اسماء مکان کو ظرفیت کی بنا پر نصب دینا۔

اسماء مکان میں سے صرف مبہم کو ظرفیت کے اعتبار سے نصب دی جاتی ہے۔ مبہم کی اقسام تین ہیں

ان میں سے پہلا اسماء جہات ہے اور وہ یہ ہیں۔ الفوق، تحت، اعلیٰ، اسفل، یمین، شمال، ذات الیمین ذات الشمال، وراء، امام۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد (وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ) (قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا) (وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ) (وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ) (وَكَانَ وَرَاءَهُم مَّلِكٌ)

اور میرا قول وعکسہن میں نے اسکے ساتھ وراء، تحت شمال کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور نحوهن کہا تو جہات کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہ یہ چھ ہیں یہاں ان کے الفاظ کثیر ہیں اور اسماء جہات کے ساتھ وہ اسم ملحق ہوتا ہے جو شدت ابہام میں اسماء جہات کے مشابہ ہو اور اپنا معنی کی وضاحت میں کسی کا محتاج ہو جیسے (عند اور لدی)

مبہمات میں سے دوسرا پیمائش کی مقداروں کے نام ہیں جیسے (فرسخ، میل اور برید)

تیسرا :- وہ اسم ہے جو اپنے عامل کے مصدر سے مشتق ہو جیسے آپکا یہ قول
(جَلَسْتُ مَجْلِسَ زَیْدٍ) پس مجلس وہ جلوس سے مشتق ہے جو اپنے عامل
کا مصدر ہے اور وہ عامل جَلَسْتُ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے (وَ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا
مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ) اور اگر آپ کہیں (رَضِبْتُ مَجْلِسَ زَیْدٍ) (یا جَلَسْتُ مَذْهَبَ عَمْرٍو)
تو یہ صحیح نہیں ہے۔ اسم مکان کے مصدر اور اسکے عامل کے مصدر میں اختلاف کیوجہ سے

مفعول معہ :

مفعولات میں سے پانچواں مفعول معہ ہے۔ (الاسم)
کے ذکر کیا تو وہ فعل نکل گیا جو واؤ کے بعد منصوب ہے جیسے آپکے قول میں
(لا تاکل السَّمَكَ وَ تَشْرَبَ اللَّبَنَ) اور یہ جمع کے معنی میں ہے یعنی تم
اپنے اس کام کے ساتھ یہ کام نہ کرو۔ کیونکہ اسے مفعول معہ نہیں کہا جائے گا کیونکہ
یہ اسم نہیں ہے۔ اور الاسم کے ذکر کے ساتھ اس مثال سے جملہ حالیہ بھی نکل گیا
جیسے (جَاءَ زَیْدٌ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ) اگرچہ یہ مثال آپکے اس قول کے معنی میں
ہے کہ (جَاءَ زَیْدٌ مَعَ طُلُوعِ الشَّمْسِ) مگر یہ اسم نہیں ہے بلکہ جملہ ہے

اور الفضلہ کے
ذکر کیا تو وہ اسم بھی نکل گیا جو واؤ کے بعد ہو اس مثال میں (اِشْتَرَكَ زَیْدٌ
وَ عَمْرٌو) کیونکہ یہ فضلہ نہیں عمدہ ہے کیونکہ فعل اس سے مستغنی نہیں ہے
یہ نہیں کہا جائے گا (اِشْتَرَكَ زَیْدٌ) کیونکہ جو اشتراک ہے وہ دو چیزوں
کے درمیان ہوتا ہے

اور واؤ کے ذکر کے ساتھ مثال سے مع کا ما بعد نکل گیا
جیسے (جَاءَ زَیْدٌ عَمْرٌو) جب حرف عطف کا ارادہ کیا جائے۔ اور دوسرا قول (مَسْبُوقَةً الاَخْر)
یہ مفعول معہ کی شرط کے لیے بیان ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس سے پہلے فعل ہو یا ایک
ایسا اسم ہو جسمیں فعل کا معنی ہو اور اسکے حروف ہوں جیسے سِرْتُ النِّیلَ

جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے (فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ) اور دوسری کی مثال
جیسے (أنا سائرٌ والنيلَ) ان کے اس قول کی مثال میں نصب جائز نہیں
(كُلُّ رجلٍ وضيعتُه) بخلاف سیبویہ کے کیونکہ آپ نے فعل ذکر کیا اور نہ ہی اس
فعل کا معنی پایا گیا اور اسی طرح (ھذا لک وأباک) کو نصب کے ساتھ پڑھنا جائز
اگرچہ اسمیں فعل کا معنی ہے اور وہ اشیر والا ہے لیکن اسمیں فعل کے حروف
نہیں ہیں۔

11-10-2016 3:15 Pm

اسم کے واؤ کے بعد واقع ہونے کے حالات۔

وہ اسم جو ایسے واؤ کے بعد واقع ہو
جس سے پہلے فعل یا شبہ فعل ہو اسکی تین حالتیں ہیں

پہلی یہ کہ اسے مفعولیت
کی بنا پر نصب دینا واجب ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جب کسی معنوی یا لفظی ~~معنی~~
مانع سے عطف ممتنع ہو پہلے کی مثال جیسے لَا تَنْهَ عَنِ القَبِيحِ وَإِتْيَانَهُ
اور یہ اس لیے ہے کیونکہ عطف کی بنا پر اسکا معنی یہ ہوگا کہ تم بُرے کام سے اور اسکے کرنے
سے نہ روکو اور یہ تناقض ہے۔ دوسرے کی مثال جیسے آپ کا یہ کہنا مَرَرْتُ وَزَيْدًا
مررتُ بِكَ وَزَيْدًا

جہاں تک پہلے کا تعلق ہے تو یہ اس لیے ہے کہ ضمیر مرفوع متصل پر
عطف کرنا جائز نہیں ہے مگر ضمیر منفصل کے ساتھ اسکی تاکید کے بعد جیسے ارشاد باری تعالیٰ
لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ

جہاں تک دوسری مثال کا تعلق ہے
تو وہ اس لیے کہ ضمیر مجرور پر عطف جائز نہیں ہے مگر حرف جار کے اعادہ کے ساتھ
جیسے ارشاد باری تعالیٰ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ

نحویوں میں سے جنہوں نے ان دونوں مسلوں میں کوئی شرط نہیں لگائی انکے قول کے مطابق عطف جائز ہے

دوسری حالت یہ ہے کہ مفعول معہ عطف پر راجح ہو اسکی مثال آپکا یہ کہنا کُنْ اَنْتَ وَزَيْدًا كَالْأَخِ اور یہ اس لیے ہے کہ اگر آپ زیدًا کا عطف اس ضمیر پر کریں گے جو کُنْ ضمیر میں ہے تو زیدًا کا مامور ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ آپ اسے حکم دینے کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ آپ اپنے مخاطب کو حکم دینے کا ارادہ رکھتے ہیں کہ وہ زید کیساتھ بھائی کیطرح ہو جائے۔ اور شاعر نے کہا

فَكُونُوا أَنْتُمْ وَبَنِي أَبِيكُمْ　　　مَكَانَ الْكُلْيَتَيْنِ مِنَ الطِّحَالِ

ترجمہ:- تم اپنے بھائیوں کیساتھ ایسے ہو جاؤ جیسے گردے تلی کیساتھ ہوتے ہیں

کُنْ اَنْتَ وَزَيْدًا كَالْأَخِ

کی مثال دینے سے ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ مفعول معہ کا مابعد ضروری ہے کہ ماقبل کے مطابق ہو نہ کہ ان دونوں کے مطابق وگرنہ آپ یہ کہیں گے کَالْأَخَوَيْنِ اور یہی صحیح مذہب ہے۔ ابن کیسان نے اس پر نص پکڑی ہے اور سماع اور قیاس یہ دونوں ایک دوسرے کے متقاضی ہیں اور اخفش کے مطابق دونوں میں عطف پر قیاس کرتے ہوئے ان دونوں کی مطابقت کو جائز قرار دینا قوی نہیں ہے

تیسری حالت یہ ہے کہ عطف راجح ہو اور مفعول معہ ضعیف ہو اور یہ اسوقت ہوتا ہے جب لفظ میں ضعف کے بغیر عطف ممکن ہو لہٰذا کہ معنی میں جیسے قَامَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو کیونکہ یہ عطف اصل ہے اسکے لیے ضعف نہیں ہے یہ راجح ہے۔

حال

تعریف اور شرائط:

مفعولات کے بعد بقیہ منصوبات میں سے حال ہے
اور یہ اس چیز سے عبارت ہے جس میں یہ تین شرائط پائی جائیں

۱۔ وہ وصف ہو

۲۔ وہ فضلہ ہو

۳۔ وہ کیف کے جواب میں واقع ہونے کے قابل ہو اسکی مثال جیسے ضَرَبْتُ اللِّصَّ مَكْتُوفًا

اگر آپ کہیں کہ وصف کے ذکر کرنے پر اعتراض وارد ہوتا ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ پس ثبات حال ہے حالانکہ یہ وصف نہیں ہے اور فضلہ کے ذکر پر بھی اعتراض وارد ہوتا ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا
اور شاعر کا قول ہے

لَيْسَ مَنْ مَاتَ فَاسْتَرَاحَ بِمَيْتٍ — إِنَّمَا الْمَيْتُ مَيِّتُ الْأَحْيَاءِ
إِنَّمَا الْمَيْتُ مَنْ يَعِيشُ كَئِيبًا — كَاسِفًا بَالُهُ قَلِيلَ الرَّجَاءِ

ترجمہ:-

پس یہ اعتراض اس لیے ہے کہ اگر مَرَحًا اور کئیبًا کو ساقط کر دیا جائے تو معنیٰ فاسد ہو جاتا ہے پس حال کا فضلہ ہونا باطل ہو جاتا ہے اور کیف کے جواب میں واقع ہونے کو ذکر کرنا اس پر بھی اعتراض وارد ہوتا ہے جیسے وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ

تو اس کا جواب میں یہ کہیں گے کہ جو ثبات ہے متفرقین کے معنیٰ میں ہے اور یہ تقدیراً وصف ہے اور فضلہ سے مراد یہ ہے کہ وہ اسم جو مکمل جملے کے بعد واقع ہوتا ہے نہ کہ وہ اسم جس سے استغناء صحیح ہو اور جو ذکر کی تعریف ہے وہ حال مبینہ کے لیے ہے مؤکدہ کے لیے نہیں ہے

حال اور تمیز میں سے ہر ایک کا مؤکدا آنا نہ کہ ہیئت اور ذات کو بیان کرنا

کبھی حال اور تمیز میں سے ہر ایک مؤکد واقع ہوتا ہے جو نہ ہیئت اور نہ ذات کو بیان کرتا ہے اور اس کی مثال میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے (وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ) (ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ) (وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا) (فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا) اور شاعر کا قول:

وَتُضِيْءُ فِي وَجْهِ الظَّلَامِ مُنِيرَةً

كَجُمَانَةِ الْبَحْرِيِّ سُلَّ نِظَامُهَا

ترجمہ: وہ اندھیرے کی ابتداء میں روشنی کرتی ہے جیسے سمندر کا موتی جب اسے لڑی میں پرو دیا گیا ہو۔

اور تمیز کی مثال جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے (إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا) (وَوَاعَدْنَا مُوسَى ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَأَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً) اور ابو طالب کا قول

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِأَنَّ دِيْنَ مُحَمَّدٍ

مِنْ خَيْرِ أَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنًا

ترجمہ: میں نے جان لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین از روئے دین زمین کے تمام ادیان سے بہتر دین ہے۔

اور اسی سے شاعر کا قول ہے:

وَالتَّغْلِبِيُّوْنَ بِئْسَ الْفَحْلُ فَحْلُهُمْ

فَحْلًا وَأُمُّهُمْ زَلَّاءُ مِنْطِيْقُ

ترجمہ: اور تغلبی قبیلے کے مرد نر ہونے کے اعتبار سے سب سے برے مرد ہیں اور ان کی مائیں کمزور سرین والی ہیں اور حیلہ کر کے اپنی سرینوں کو موٹا کرنے والی ہیں۔

کم کی نوع اسکی تمیز کا حکم۔

عدد کی تمیز میں سے کم استفہامیہ کی تمیز ہے

کیونکہ عربی لغت میں کم مجہول الجنس اور مجہول المقدار کے عدد سے کنایہ ہے اور اسکی

دو قسمیں ہیں۔ کم استفہامیہ جو کہ عدد کے معنی میں ہوتا ہے۔ اور اسکو

وہ شخص استعمال کرتا ہے جو کسی شی کی کمیت کے بارے میں سوال کرتا ہے۔ کم خبریہ

جو کثیر کے معنی میں ہوتا ہے۔ اور اسکو وہ شخص استعمال کرتا ہے جو فخر اور کثرت

چاہتا ہے۔ کم استفہامیہ کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے کَمْ عَبْدًا مَلَكْتَ

کم داراً بَنَيْتَ اور کم خبریہ کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے اور کبھی یہ جمع

ہوتی ہے جیسا کہ تین سے دس تک کی تمیز جیسے کَمْ عَبِيدٍ مَلَكْتُ جیسے آپکا قول

ہے عَشَرَةُ أَعْبُدٍ مَلَكْتُ اور ثَلَاثَةُ أَعْبُدٍ مَلَكْتُ کی طرح ہے۔ اور کبھی کم خبریہ

کی تمیز مفرد ہوتی ہے جیسے سو اور اسکے اوپر کے اعداد کی تمیز اسکی مثال

جیسے کم عبدٍ ملکت ہے مِائَةُ عَبْدٍ مَلَكْتُ اور اَلْفُ عَبْدٍ مَلَكْتُ کی طرح ہے

کم استفہامیہ کی تمیز کا مجرور ہونا بھی جائز ہے جب کہ اس پر حرف جر داخل ہو

اسکی مثال جیسے بِكَمْ دِرْهَمٍ اشْتَرَيْتَ اسکے لیے حرف جار مِنْ مضمر ہے

نہ کہ اضافت بخلاف زجاج کے۔

تیسرا۔ مفرد کی تمیز کی صورتوں میں سے تیسری

یہ ہے جو کہ مماثلت پر دلالت کرتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے وَلَوْ جِئْنَا

بِمِثْلِهِ مَدَدًا اور عربوں کا قول ہے اِنَّ لَنَا اَمْثَالَهَا اِبِلًا

چوتھی۔ مفرد کی تمیز کی صورتوں میں سے چوتھی یہ ہے

جو کہ مغایرت پر دلالت کرتی ہے جیسے اِنَّ لَنَا غَيْرَهَا اِبِلًا (او شاءً) وغیرہ

اکثر وقوع عام کے کلمات کے ساتھ اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مفرد کی تمیز

مقداروں کے بعد واقع ہونے سے خالی نہیں ہوتی۔

مفسر نسبت کی تمییز:

مفسر نسبت کی دو قسمیں ہیں

محول   غیر محول

پس محول کی تین قسمیں ہیں جو فاعل سے محول ہو جیسے واشتعل الرأس شیباً اسکی اصل اشتعل شیب الرأس ہیں پس مضاف الیہ کو فاعل کر بنا اور مضاف کو تمییز بنا دیا۔ جو مفعول سے محول ہو جیسے فجرنا الارض عیوناً اسکی اصل وفجرنا عیون الارض ہے پس مضاف الیہ کو مفعول بنا دیا اور مضاف کو تمییز بنا دیا۔ فاعل اور مفعول کے علاوہ مضاف سے محول ہو۔ اور یہ اسم تفضیل کے بعد تمییز کے مفاہیم کے بارے میں خبر دیتا ہے جیسے آپکا قول زیدٌ اکثرُ منکَ علماً اسکی اصل علمُ زیدٍ اکثرُ ہے اسکی اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی اَنا اکثرُ منکَ مالاً واعزُّ نفراً اگر لیا اسم تفضیل کے بعد واقع ہو جو کہ عین خبر ہے تو اضافت کیوجہ سے اسکو جر دینا ضروری ہے۔ جیسے آپکا قول مالٌ زیدٍ اکثرُ مالٍ اگر اسم تفضیل اسکے غیر کی طرف مضاف ہو تو اسکو نصب دی جاتی ہے جیسے زیدٌ اکثرُ الناسِ مالاً

(نِعْمَ الرَّجُلُ رَجُلاً زَیْدٌ)

سیبویہ نے منع کیا اس سے کہ کہا جائے (نعم الرجل رجلا زید) کیونکہ یہ حال مؤکدہ

انہوں نے اس شعر میں فخال کی تاویل کی ہے کہ یہ حال مؤکدہ

اور اسی مسئلہ کے جواز میں کثیر تعداد میں شواہد موجود ہیں پس

تاویل کی کوئی ضرورت نہیں اور نعم اور بئس کے باب میں تمییز کا دخول

حال کے دخول کی نسبت زیادہ کثرت سے ہوتا ہے۔

باب الاستثناء

منصوبات میں سے استثناء کی چند اقسام ہیں

استثناء پر نصب کے وجوب کی شرائط :-

جب استثناء الّا کے ساتھ ہو اور اس سے پہلے کلام تام ہو اور موجب ہو ان تین شرائط کے مجموعے کے پائے جانے پر مستثنیٰ کو نصب دینا واجب ہے چاہے وہ استثناء متصل ہو جیسے (قَامَ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا) اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (فَشَرِبُوا مِنْهُ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ) یا وہ استثناء منقطع ہو جیسا کہ آپ کا یہ کہنا (قَامَ الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا) اور دو اقوال میں سے ایک قول کے مطابق ارشاد باری تعالیٰ میں (فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّا اِبْلِیْسَ)۔

نصب کا جواز اور اتباع

اگر مسئلہ اپنی حالت پر ہی ہو لیکن کلام سابق غیر موجب ہو تو یہ خالی نہیں ہوگا اس سے کہ یا تو استثناء متصل ہوگی یا منقطع اور اگر کلام متصل ہو تو مستثنیٰ میں دو صورتیں جائز ہوں گی پہلی یہ کہ اسے مستثنیٰ منہ کے تابع بنا دیا جائے اس اعتبار سے کہ وہ بصریوں کے نزدیک بدل بعض ہے کل سے یا کوفیوں کے نزدیک عطف نسق ہے اور دوسری صورت یہ کہ اسے [illegible]

اصل کے اعتبار سے نصب دی جائے اور یہی عمدہ عربی ہے اور ...
سے زیادہ بہتر تابع بنانا ہے اور غیر موجب سے مراد نفی نہی اور است...
ہیں نفی کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ (ما فعلوہُ الا قلیلٌ منہم)
ابن عامر کے علاوہ قراء سبعہ سے سب نے اسے مافعلوہ کی و...
جمع ضمیر سے بدل کے طور پر رفع کے ساتھ پڑھا ہے اور ...
ابن عامر نے استثناء کے طور پر نصب کے ساتھ پڑھا ہے او...
نہی کی مثال ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ (ولا یلتفت منکم اَحَدٌ الا ...)
ابو عمرو اور ابن کثیر نے اسے "احد" سے بدل کے طور پر رفع کے سا...
پڑھا ہے جبکہ باقی قراء نے استثناء کے طور پر نصب کے سا...
پڑھا ہے اور اس میں دو اعتبارات ہیں پہلا یہ کہ احد سے
مستثنیٰ ہو اور اکثر قراء نے اسے اس اعتبار کے راجح ہو...
کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے اور دوسرا اعتبار یہ ہے کہ یہ
اَھلک سے مستثنیٰ ہو پس اس صورت میں نصب واجب
ہوگی اور استفہام کی مثال اللہ تعالیٰ کا قول (ومن یقنط
من رحمۃ ربہ الا الضالون) عام قراء نے اسے "یقنط" کی
ضمیر مستتر سے بدل ہونے کے اعتبار سے رفع کے ساتھ پڑھا
ہے اور اگر اسے استثناء کے طور پر الا الضالین نصب کے
ساتھ پڑھا گیا جائے تو یہ بھی جائز ہوگا لیکن اتباع کی گئی
قرأت سنت ہے ۔